Spot CMYK#Waheed

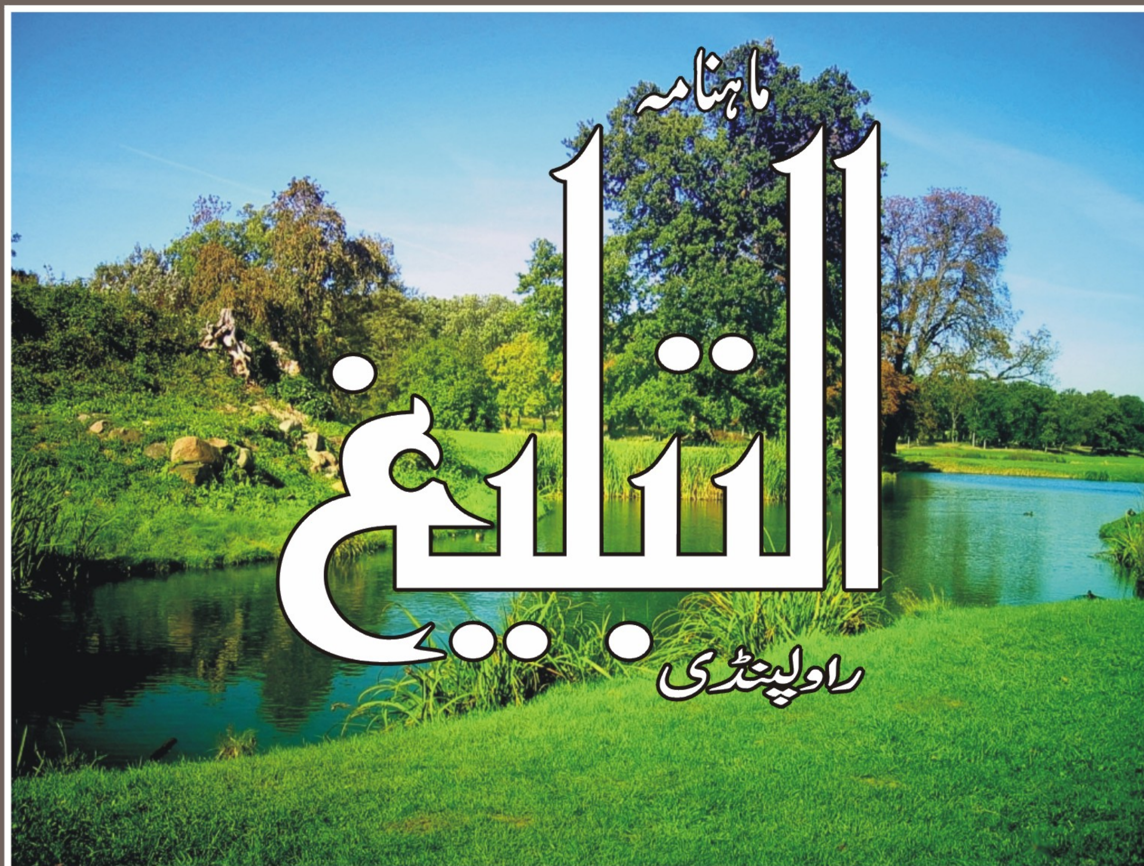

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ............ 25 روپے
سالانہ............ 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈوکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....مہنگائی کا حل خودکشی نہیں ....مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۹)........... مساجد کی تخریب بہت بڑا ظلم ہے.............. // // ۶

درسِ حدیث ....نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط ۶)...... // // ۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۷)..........................مفتی محمد امجد حسین ۱۶

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۷)..........................مفتی محمد رضوان ۲۱

ماہِ جمادی الاخریٰ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات ....مولانا طارق محمود ۲۴

سنت، نفل نمازوں کا بیان (نماز کے احکام: اکیسویں وآخری قسط)..........................مفتی محمد امجد حسین ۲۷

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۶)..........................مفتی محمد رضوان ۳۰

نفس کی نعمت، اوراس کی اصلاح کی ضرورت (قسط ۲)......اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۳۴

علم کے مینار..........سرگزشت عہدِ گل (قسط ۳۳)..........مفتی محمد امجد حسین ۳۷

تذکرۂ اولیاء:.......... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۱۴).......... // // ۳۹

پیارے بچو! .... پیسوں کا لالچ اور شیطانی خواب..........مفتی محمد رضوان ۴۲

بزمِ خواتین .... دوسوکنوں کا تقویٰ..........مفتی ابوشعیب ۴۴

آپ کے دینی مسائل کا حل.. نماز کے ممنوع ومکروہ اوقات کی تحقیق ....ادارہ ۵۳

کیاآپ جانتے ہیں؟.... عورت کا گھر سے باہر نکلنا (بسلسلہ: سوالات وجوابات)...ترتیب: مولانا محمد ناصر ۷۷

عبرت کدہ .... حضرت یعقوب علیہ السلام..........ابوجویریہ ۸۸

طب وصحت.......... گرمیوں کا مفید پھل فالسہ..........حکیم محمد فیضان ۹۱

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین ۹۳

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........حافظ غلام بلال ۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

مہنگائی کا حل خودکشی نہیں

آج کل ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیشِ نظر خودکشی کے مختلف واقعات رونما ہورہے ہیں، اور صرف اپنے آپ کو ہی نہیں، بعض لوگ اپنے بیوی اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مہنگائی کا اصل حل خودکشی نہیں ہے، کیونکہ مہنگائی اور دوسری پریشانیوں سے تنگ آکر جو انسان خودکشی کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ خودکشی کرنے کے نتیجہ میں مصائب اور مشکلات سے نجات حاصل ہوجائے گی، لیکن یہ اس کی بہت بڑی بھول اور نادانی کی بات ہے۔

کیونکہ اسلام میں کسی بھی حالت میں خودکشی کی اجازت نہیں، اور کسی بھی حال میں کی گئی خودکشی پر احادیث میں یہ وعید آئی ہے کہ ایسا شخص فوت ہونے کے بعد اپنے ساتھ وہی خودکشی والا عمل کرکے تکلیف برداشت کرنے پر مجبور کیا جاتا رہے گا۔

مثلاً اگر کسی نے اپنے آپ کو ریل کے نیچے کٹوا کر خودکشی کی یا پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی، یا زہر کھا کر خودکشی کی، یا جس طرح سے بھی خودکشی کا ارتکاب کیا، وہ قیامت تک اسی طرح اپنے آپ کو کٹواتا، گراتا، اور زہر پیتا رہے گا، اور جس طرح سے اسے خودکشی کے نتیجہ میں مرتے وقت تکلیف ہوئی، اُسے اسی طرح کی تکلیف کا بار بار احساس دلایا جاتا رہے گا۔

ظاہر ہے کہ خودکشی کے نتیجہ میں انسان کی روح پرواز ہوتے وقت جس قسم کی تکلیف کا سامنا ہوتا ہے، وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی، بلکہ صرف ایک مرتبہ خودکشی کے نتیجہ میں روح پرواز ہونے میں جس قدر تکلیف واذیت ہوتی ہے۔

اگر کسی انسان کو خودکشی کرنے سے پہلے اس کی حقیقت کا احساس ہوجائے، تو وہ ہرگز ہرگز اس تکلیف کو زندگی کی ان مشکلات وتکالیف پر ترجیح دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوگا، جن کی خاطر وہ خودکشی کا ارتکاب کررہا ہے، پھر بار بار تا قیامت اور اس کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو، اس عذاب کو بھگتنے کا سلسلہ تو اتنا طویل ہے کہ انسان کی پوری زندگی کا دورانیہ بھی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

خود کشی کے عمل پر اس قدر سخت عذاب اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ انسان کو جو زندگی حاصل ہوئی ہے، وہ اس کی اپنی کسی جدوجہد یا محنت کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور اس کا انسان خود مالک نہیں۔

لہٰذا اس کو ضائع کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی امانت میں سخت خیانت اور بے جا تصرف ہے، اس لئے اس کی کسی طرح گنجائش نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان جن مصائب ومشکلات سے چھٹکارا حاصل کرنے اور نجات پانے کے لئے خود کشی کا ارتکاب کرتا ہے، تو خود کشی کا عمل ان سے بڑے مصائب ومشکلات کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اگر خود کشی کرنے والے کو اس عمل کے نتیجہ میں ہونے والے عذاب کی حقیقت کا احساس ہو جائے، تو وہ ان دنیاوی مشکلات ومصائب کو اس عذاب کے مقابلہ میں راحت وآسانی خیال کرے گا۔

پھر خود کشی کرنا بزدلی اور کم ہمتی اور بے صبری بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کے کمزور ہونے کی دلیل ہے، جو انسان بہادر اور باہمت ہوتا ہے، وہ حالات سے تنگ آ کر ہمت نہیں ہارا کرتا، بلکہ اگر وہ حالات کو درست نہیں کرسکتا، تو ان کا صبر وہمت کے ساتھ مقابلہ کیا کرتا ہے۔

اور صبر وہمت اور توکل کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیوں کا بھی ازالہ فرما دیتے ہیں، اور اس طرح وہ دنیا وآخرت کے مصائب ومشکلات سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

اور آج کل کیونکہ خود کشی کے واقعات کی بنیاد مہنگائی اور تنگ دستی کو قرار دیا جا رہا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ شریعت نے ان حالات میں جو تعلیم دی ہے، وہ ملاحظہ کی جائے، اور اس پر عمل کیا جائے۔

ایسے حالات میں شریعت کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ ضروریات اور خواہشات میں فرق وامتیاز کیا جائے، اور ضروریات کو خواہشات پر ترجیح دی جائے۔

ضرورت وہ ہے کہ جس کے بغیر انسانی زندگی کا بقاء ظاہری طور پر ناممکن یا مشکل ہو۔

اور خواہش وہ ہے کہ اس کے بغیر نہ تو ظاہری طور پر انسانی زندگی کا بقا ناممکن ہو اور نہ ہی مشکل ہو، بلکہ صرف خواہش متاثر ہوتی ہو۔

مثلاً انسان روزمرہ پچاس سو روپے یا اس سے کم وبیش کی سگریٹ پی لیتا ہے، یا پان کھا لیتا ہے، تو اگر وہ یہ

چیزیں چھوڑ دے تو اس کی خواہش کی خلاف ورزی تو ہوتی ہے، لیکن واقعی درجہ میں زندگی کا بقا ناممکن یا مشکل نہیں ہوتا۔

اسی طرح مثلاً کوئی شخص دن بھر میں کئی کئی مرتبہ چائے نوشی کرتا ہے، تو چائے نوشی کے بغیر انسان کی زندگی کا بقا ناممکن یا مشکل نہیں ہوتا، بلکہ صرف خواہش کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

اسی طرح مثلاً ایک شخص روزانہ دس پندرہ روپیہ کا اخبار خریدتا ہے، تو اخبار بھی عام شخص کی بنیادی ضرورت کی چیز نہیں اور اگر کوئی ضروری خبر ملاحظہ کرنی ہو تو وہ اخبار خریدے بغیر بھی کسی دوسرے ذریعہ سے پوری ہو سکتی ہے۔

اسی طرح آجکل کئی بازاری مشروبات کولڈ ڈرنگ ایسے چل گئے ہیں کہ جن کے بغیر انسان کی زندگی کی ضرورت متاثر نہیں ہوتی۔

اسی طرح آج کل بلاضرورت یا ضرورت سے زائد مقدار میں فضول گفتگو کر کے فون کے اخراجات برداشت کئے جاتے ہیں۔

اس طرح کی معاشرہ میں بے شمار چیزیں آجکل گھر گھر عام ہوگئی ہیں کہ وہ ضروریات کی فہرست میں نہیں آتیں جبکہ خواہشات اور خرافات بلکہ گناہوں کی فہرست میں آتی ہیں، مثلاً شادی بیاہ، اور پیدائش اور فوتگی کی رسمیں، جن میں لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔

اگر ہم اپنی معاشرتی زندگی کا جائزہ لیں گے تو ہمیں اور بھی بے شمار چیزیں ایسی نظر آئیں گی کہ بنیادی طور پر ضروریاتِ زندگی میں داخل نہیں، ان کے بغیر بآسانی زندگی کا باقی رکھنا ممکن ہے، مگر بھیڑ چال اور بگڑی ہوئی معاشرت کے نتیجہ میں وہ گھر گھر عام ہو چکی ہیں۔

اگر مہنگائی اور غربت کے دور میں خواہشات وخرافات اور فضولیات سے حتی الامکان نجات حاصل کی جائے اور ضروریات تک اپنے اخراجات کو محدود رکھا جائے اور ضروریات میں بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت کے اصول کو اپنایا جائے۔

الغرض کفایت شعاری پر عمل کیا جائے اور اسی کے ساتھ کام چوری سے اپنے آپ کو بچایا جائے اور اپنی ضروریات کے لئے محنت وجدوجہد سے کام لیا جائے اور کسی بھی جائز ذریعۂ آمدن کو اختیار کرنے میں عار محسوس نہ کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ مہنگائی کے اس دور میں بھی ضروریاتِ زندگی مہیا نہ فرمائیں۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۹ آیت ۱۱۴) مفتی محمد رضوان

مساجد کی تخریب بہت بڑا ظلم ہے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا. اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ. لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۱۴)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں سے اس بات سے منع کرے کہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کیا جائے، اور اُن (اللہ کی مسجدوں) کو ویران کرنے کی کوشش کرے، ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اِن (اللہ کی مسجدوں) میں داخل ہوں، مگر ڈرتے ہوئے، ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے، اور اُن کو آخرت میں بڑا عذاب ہوگا (۱۱۴)

تفسیر وتشریح

یہود ونصاریٰ اور مشرکین سب ہی اپنے اپنے طور پر اس بات کے دعوے دار تھے، کہ ہم حق پر ہیں۔

لیکن وہ حق سے بہت دور تھے، جس کی ایک علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتلائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں عبادت کرنے سے منع کرتے تھے، اور ان کو ویران کرنے کی کوششیں کیا کرتے تھے۔

چنانچہ یہودی قبلہ کے متعلق کم سمجھ لوگوں کے دلوں میں مختلف شبہات پیدا کرتے تھے، جو ان لوگوں کے لئے نماز کے ترک اور مسجد کی ویرانی کا ذریعہ تھے، اور بعض یہودیوں کی طرف سے بیت المقدس کی بے حرمتی کی گئی تھی، اور عیسائیوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا۔

اور مشرکینِ مکہ حضور ﷺ اور صحابۂ کرام کو مسجدِ حرام کا طواف اور وہاں نماز ادا کرنے سے روکتے تھے۔

اس قسم کی حرکات اللہ تعالیٰ کی مساجد میں ذکر وعبادت سے منع کرنے اور ان کو ویران کرنے کا باعث تھیں، اس لئے ایسی حرکات کرنے والوں کو یہ سمجھنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ وہ حق پر ہیں، کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

مساجد کی بے حرمتی کرنا اور ان کو منہدم کرنا، یہ مساجد کی ظاہری تخریب اور ویرانی ہے، اور عبادت اور ذکر اللہ کی بندش کرنا یہ مساجد کی معنوی تخریب اور باطنی ویرانی ہے۔

غرضیکہ مساجدُ اللہ کو ویران وتخریب کرنے میں ظاہری اور معنوی دونوں قسم کی ویرانی وتخریب داخل ہے۔
جس طرح سے اس کے برعکس مساجدُ اللہ کو تعمیر کرنے میں ظاہری اور معنوی دونوں قسم کی تعمیر داخل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ (سورہ توبة آیت ۱۸)

ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے (ترجمہ ختم)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد کی تعمیر وآبادی دراصل در ودیوار یا نقش ونگار سے نہیں، بلکہ اُس میں نماز وعبادت کرنے سے ہے۔

اور یہود ونصاریٰ نے بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کو ویران کیا، اور مشرکینِ مکہ نے مسجدِ حرام کو ویران کیا، اس لئے یہ سب بڑے ظالم ہیں۔

حالانکہ مساجدُ اللہ کی عظمت اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں ڈرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا دل میں خوف رکھتے ہوئے داخل ہونا چاہئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے گھر کے ادب اور تعظیم میں خلل نہ آ جائے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی مسجد میں لوگوں کو اللہ کا ذکر کرنے سے روکے، یا کوئی ایسا کام کرے جس سے مسجد ویران ہو جائے، تو وہ بہت بڑا ظالم ہے۔

اور اللہ کی مسجدوں کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں جو شخص داخل ہو، وہ ہیبت وعظمت اور خشوع وخضوع کے ساتھ داخل ہو؛ کیونکہ مساجد، اللہ تعالیٰ کا دربار ہیں۔

مساجد میں ذکرُ اللہ سے منع کرنے کی صورتیں

اگرچہ مسجدوں کی فضیلتیں باہم مختلف ہیں، مثلاً مسجدِ حرام کی فضیلت سب سے زیادہ، اور اس کے بعد مسجدِ نبوی کی فضیلت ہے، اور اس کے بعد بیت المقدس کی فضیلت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان تینوں مساجد میں نماز پڑھنے کی خاطر دُور دراز سے سفر کر کے پہنچنا ثواب اور عظیم فضیلت کا باعث ہے، اور ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کو افضل جان کر اس کے لیے دُور سے سفر کر کے آنے کو حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا (ملاحظہ ہو: بخاری حدیث نمبر ۱۱۱۵)

لیکن اس کے باوجود دنیا کی تمام مساجد، آدابِ مسجد کے لحاظ سے برابر ہیں، کسی بھی شرعی مسجد کی بے ادبی و بے حرمتی کی گنجائش نہیں۔

مسجد میں شرعی طریقے پر کیے جانے والے ذکر ونماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں، وہ سب ناجائز ہیں۔

ان میں سے ایک صورت تو واضح طور پر یہ ہے کہ کسی کو نماز کے لیے مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز ادا کرنے سے صراحتاً روکا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد یا اس کے قُرب وجوار میں شور وشغب کر کے مسجد میں لوگوں کی نماز وتلاوت میں خلل ڈالے۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے تلاوت یا ذکر کر کے دوسروں کی نماز وتسبیح اور تلاوت میں خلل ڈالے۔

اور اسی وجہ سے مسجد میں ایسے طریقے پر چندہ یا سوال کرنا کہ جس کی وجہ سے لوگوں کی نماز وعبادت میں خلل آئے، یہ بھی منع ہے۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کریں اور اُن کی وجہ سے نماز پڑھنے یا خاموشی سے تلاوت وذکر کرنے والوں کو خلل آئے، تو بلند آواز سے ذکر کرنے والوں کو منع کرنا، درحقیقت اللہ کے ذکر سے روکنا نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منع کرنے والوں کو روکنے میں داخل ہے۔

مساجد اللہ کے ویران کرنے کی حقیقت

مسجدوں کے ویران کرنے کی بھی جتنی صورتیں ہیں، وہ گناہ ہیں۔

چنانچہ نعوذ باللہ تعالیٰ مسجد کو واضح طور پر منہدم اور ویران کرنا تو عظیم گناہ ہے ہی، اسی طرح ایسے اسباب پیدا کرنا بھی گناہ ہے، جن کی وجہ سے مسجد ویران ہوجائے، کہ وہاں نماز کے لیے لوگ نہ آئیں، یا کم ہوجائیں۔

اور مسجد کی تعمیر وآبادی دراصل در ودیوار یا نقش ونگار سے نہیں، بلکہ اُس میں نماز وعبادت کرنے سے ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نمازمیں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط۶)

نماز میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا

مردحضرات کو اپنا لباس و کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنا خشوع کے خلاف ہے۔

مردحضرات کو ایسا لباس پہننا جو ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو، عام حالات میں بھی گناہ ہے، اور اس گناہ پر بہت سی احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَـلَاثَةٌ لَا يُكَـلِّـمُهُـمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْـمٌ؛ قَـالَ: فَقَرأَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَـلَاثَ مِرَارٍ. قَالَ اَبُوْذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَـارَسُـوْلَ اللهِ؟ قَـالَ: اَلْـمُسْبِـلُ وَالْـمَـنَّـانُ، وَالْـمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ (مسلم حديث نمبر ۳۰۶، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم اسبال الازار والمن بالعطية الخ، واللفظ لهٗ، ابوداوٗد حديث نمبر ۴۰۸۹، نسائی حديث نمبر ۲۵۶۲، سنن ابنِ ماجة حديث نمبر ۲۱۹۹، مسند احمد حديث نمبر ۲۱۳۱۸)

ترجمہ: ’’تین قسم کے شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ اُن کی طرف (رحمت کی نظر سے) دیکھے گا، اور نہ اُن کو (گناہوں کی گندگیوں سے) پاک کرے گا، اور اُن کے لیے تکلیف دینے والا عذاب ہے۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ (تاکیداً) ارشاد فرمائی، حضرت ابوذر نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول وہ لوگ تو ناکام ہوگئے اور خسارہ میں پڑ گئے، وہ کون لوگ ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، احسان جتلانے والا، جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا‘‘ (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں تکبر وغیرہ کی قید کے بغیر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے عمل پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ان لوگوں سے بات نہ کرنے، ان کی طرف رحمت کی نظر نہ فرمانے، ان کو پاک نہ کرنے اور ’’عذابِ الیم‘‘ اور

ناکامی اور خسارہ میں پڑنے کی بڑی بڑی وعیدیں آئی ہیں، اور ظاہر ہے کہ اتنی سخت وعید کسی بڑے گناہ کے کام پر ہی ہوسکتی ہے۔ البتہ کئی احادیث میں تکبر کے ساتھ اس عمل کی وعید بیان کی گئی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ عمل تکبر کی وجہ سے کیا جاتا ہے، اور یہ تکبر سے ہی ناشی اور پیدا ہوتا ہے، اس لئے اس کی قید لگادی گئی ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مرد حضرات کا ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا خود تکبر کے قائم مقام ہے، اور اگر تکبر کی نیت ہو، تو پھر یہ دوہرا گناہ ہے۔

(کذافی فتح الباری، جزء ۱۶، صفحہ ۳۳۶، حدیث نمبر ۵۳۴۵ فیض الباری جلد ۴ صفحہ ۳۷۴، تکملة فتح الملهم جلد ۴ صفحہ ۱۲۲، الفواکه الدوانی الجزء الثانی، جرالرجل ازاره فی الارض لاحمد بن غنیم المالکی)

اس حدیث میں ''لٹکانے'' کا لفظ موجود ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ گناہ اس صورت میں ہے جبکہ کپڑا اوپر سے نیچے کی طرف کو لٹکا ہوا ہو، جیسا کہ شلوار، پائجامہ تہبند وغیرہ ہوتا ہے، اور موزہ کیونکہ اوپر سے نیچے کی طرف لٹکا ہوا نہیں ہوتا، اس لیے اُس میں یہ ممانعت نہیں۔

(ملاحظه هو: عمدة القاری، کتاب اللباس، دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب صفة طول القمیص والکم والإزار، النهایة فی غریب الاثر، باب السین مع الباء، طلبة الطلبة، کتاب البیوع، مادة روح، معجم لغة الفقهاء لمحمد قلعجی، ج ۱ ص ۵۶)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما أسفل من الکعبین فهو فی النار واللفظ لهٗ، سنن نسائی، کتاب الزینة من السنن، مصنف ابن ابی شیبة، کتاب اللباس والزینة، موضع الازار این هو؟)

ترجمہ: ''ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوا، وہ آگ میں ہوگا'' (ترجمہ ختم)

اس قسم کی اور بھی کئی احادیث ہیں۔

اور نماز کے دوران مرد حضرات کو ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا عام حالات کے مقابلہ میں زیادہ شدید گناہ ہے، کیونکہ نماز کے دوران کسی گناہ کا ارتکاب کرنا غیر نماز کی حالت سے زیادہ شدید ہوا کرتا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے خاص دربار میں حاضر ہوکر اور نماز جیسے عمل میں بھی گناہ میں مبتلا ہو۔

اور ایسا کرنے سے اُس شخص کی نماز بھی مکروہ ہوکر اللہ تعالیٰ کے دربار میں شرفِ قبولیت سے محروم ہوجاتی ہے۔

کئی احادیث میں اس حالت میں پڑھی ہوئی نماز کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں

Idara Ghufran

قبول نہیں ہوتی،اور ایک موقعہ پر اس حالت میں مبتلا شخص کو آپ ﷺ نے وضو لوٹانے کا بھی حکم دیا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بَیْنَمَا رَجُلٌ یُصَلِّیْ مُسْبِلاً اِزَارَہٗ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذْھَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَھَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اِذْھَبْ فَتَوَضَّأْ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَکَ اَمَرْتَہٗ اَنْ یَّتَوَضَّأَ ثُمَّ سَکَتَّ عَنْہُ قَالَ اِنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ وَھُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَہٗ وَاِنَّ اللّٰہَ لاَ یَقْبَلُ صَلاَۃَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ (ابوداؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار ، واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۶۶۲۸ ، شعب الایمان للبیھقی حدیث نمبر ۵۷۱۸، مسند البزار حدیث نمبر ۸۷۶۲) [1]

---

[1] بعض حضرات نے اس حدیث کو ابوجعفر انصاری مدنی راوی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ مقبول درجے کے راوی ہیں،ان سے امام بخاری نے ادب المفرد اور افعال العباد میں اور نسائی نے الیوم واللیلہ میں اور امام ابوداؤد،امام ترمذی وغیرہ نے سوائے مسلم کے روایات لی ہیں۔اور علامہ ابنِ حجر نے ان کو مقبول قرار دیا ہے،اور امام ترمذی نے ان کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے،اور بعض نے جو ان کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مجہول قرار دیا ہے، یا ان کا نام محمد بن علی قرار دیا ہے، یہ درست نہیں، کیونکہ ان کا پورا نام ابوجعفر مؤذن انصاری مدنی ہے۔

روی لہ البخاری فی "الأدب "وفی "أفعال العباد "، والنّسائی فی "الیوم واللیلۃ "، والباقون سوی مسلم.روی لہ النّسائی حدیث النزول ، وروی لہ الباقون (تھذیب الکمال ج۳۳ص ۱۹۱)

وقال ابن حبان فی صحیحہ :ھو محمد بن علی بن الحسین .قلت :ولیس ھذا بمستقیم لان محمد بن علی لم یکن مؤذنا لان أبا جعفر ھذا قد صرح بسماعہ من أبی ھریرۃ فی عدۃ أحادیث، وأما محمد بن علی بن الحسین فلم یدرک أبا ھریرۃ فتعین أنہ غیرہ واللہ تعالی أعلم وفی مصنف ابن أبی شیبۃ حدثنا أبو معاویۃ عن الاعمش عن ثابت بن عبید عن أبی جعفر الانصاری قال دخلت مع المصریین علی عثمان فلما ضربوہ خرجت اشتد قد ملات فروجی عدوا حتی دخلت المسجد فإذا رجل جالس فی نحو عشرۃ وعلیہ عمامۃ سوداء فقال :ویحک ما وراءک ؟ قال قلت :واللہ قد فرغ من الرجل قال فقال تبا لکم آخر الدھر .قال فنظرت فإذا ھو علی بن أبی طالب .وبہ عن الاعمش عن ثابت بن عبید عن أبی جعفر الانصاری / قال :رأیت أبا بکر الصدیق ولحیتہ ورأسہ کأنھما جمر العضا وقد فرق أبو أحمد الحاکم بین ھذا وبین الراوی عن أبی ھریرۃ وأظن أنہ ھو وعنہ أبو داود فی الصلاۃ عن یحیی بن أبی کثیر عن أبی جعفر غیر منسوب عن عطاء بن یسار عن أبی ھریرۃ وأظنہ ھذا(تھذیب التھذیب ج۱۲ ص۴۸،۴۹)

أبو جعفر المؤذن الأنصاری المدنی مقبول من الثالثۃ ومن زعم أنہ محمد بن علی بن الحسین فقد وھم (تقریب التھذیب ج۲ ص۳۷۵)

أبو جعفر المؤذن الأنصاری المدنی اسمہ محمد بن إبراھیم :عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ وعنہ یحیی بن أبی کثیر حسن الترمذی حدیثہ(لسان المیزان، ج۳ص ۲۶۹)

ترجمہ: ’’اس دوران کہ ایک شخص اپنی ازار ٹخنوں سے نیچی لٹکائے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا (یا پڑھنے کا ارادہ کررہا) تھا کہ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: جاؤ، وضو کرکے آؤ، وہ شخص گیا اور وضو کرکے پھر آیا تو حضور ﷺ نے (دوبارہ) ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور وضو کرکے آؤ؛ وہ شخص گیا اور وضو کرکے آیا؛ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ نے اس شخص کو وضو کرنے کا حکم کیوں فرمایا تو آپ نے اس سے خاموشی اختیار فرمائی؟ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا (یا پڑھنا چاہتا تھا) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو‘‘ (ترجمہ ختم)

اس حدیث کے ضمن میں بعض محدثین نے فرمایا کہ ابھی تک اس شخص نے نماز شروع نہیں کی تھی، بلکہ نماز شروع کرنا چاہ رہا تھا۔ جبکہ بعض نے فرمایا کہ وہ نماز شروع کرچکا تھا۔ [۱]

حضور ﷺ نے ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکنے کی حالت میں نماز کے قبول نہ ہونے کا واضح طور پر حکم فرمایا، اور ساتھ ہی وضو کے لوٹانے کا بھی حکم فرمایا۔

جس سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکا کر نماز پڑھنے کی صورت میں وہ نماز مقبول نہیں ہوتی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز عاجزی اور انکساری کی حالت کا تقاضا کرتی ہے، اور نماز میں آدمی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، اور ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا تکبر کی علامت ہے، اور اللہ تعالیٰ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے شخص کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتے، لہٰذا یہ حالت نماز کی حالت کے مخالف ہے، اور غیر مقبول ہے۔

---

[۱] ظاهر جوابه عليه السلام أنه إنما أعاده بالوضوء والله أعلم إنه لما كان يصلى وما تعلق القبول الكامل بصلاته والطهارة من شرائط الصلاة وأجزائها الخارجة فسرى عدم القبول إلى الطهارة أيضا فأمره بإعادة الطهارة حثا على الأكمل والأفضل فقوله يصلى أى يريد الصلاة فالأمر بالوضوء قبل الصلاة وأما ما ذكره ابن حجر من أن ظاهر الحديث أنه أمر المسبل بقطع صلاته ثم بالوضوء فهو غير صحيح لقوله تعالى لا تبطلوا أعمالكم(مرقاة ،كتاب الصلاة، باب الستر)

اور اسی اختلاف کی وجہ سے بعض حضرات نے ایسی حالت میں نماز کو واجبُ الاعادہ قرار دیا ہے (کمافی احسن الفتاویٰ جلد۳ صفحہ ۴۰۴، باب مفسدات الصلاۃ والمکرُوہات وفی خیر الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۴۲۷، مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا)

جبکہ بعض حضرات نے واجبُ الاعادہ تو قرار نہیں دیا، لیکن نماز کے مکروہ ہونے اور اس عمل کے گناہ ہونے اور نماز کے قبول نہ ہونے اور ثواب سے محروم ہونے کا انہوں نے بھی انکار نہیں کیا (کمافی فتاویٰ دارالعلوم جلد۴ صفحہ ۱۲۷، باب مکروہاتِ نماز وفی فتاویٰ حقانیہ جلد۳ صفحہ ۱۹۵، باب مکروہات الصلاۃ)

اوراگر چہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکا کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ،لیکن قبول بھی نہیں ہوتی ،اسی لئے حضورﷺ نے نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا ،اور حضورﷺ نے جو وضو لوٹانے کا حکم فرمایا ،وہ اس لئے فرمایا کہ تکبر گناہ ہے،اور وضو گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔

پس وضو کرنا اس گناہ کی تلافی کا ذریعہ بن جائے گا۔

(کذافی: فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۱۸۲۷ ،مرقاۃ ،کتاب الصلاۃ، باب الستر ،دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب صفۃ طول القمیص والکم والإزار ،بذل المجھود جلد۶ صفحہ ۵۴)

اور حضرت عطاء بن یسار بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ لاَ یَقْبَلُ صَلاَۃَ عَبْدٍ مُسْبِلٍ اِزَارَہٗ (مسند احمد، حدیث حیۃ التمیمی رضی اللہ عنہ ، واللفظ لہٗ، شعب الایمان للبیھقی حدیث نمبر ۵۷۱۹،السنن الکبری للنسائی)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو'' (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں بھی تکبر وغیرہ کی قید کے بغیر صرف اس عمل کے نماز میں پائے جانے پر نماز کے قبول نہ ہونے کی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ مرد حضرات کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکا کر نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَسْبَلَ اِزَارَہٗ فِیْ صَلاَتِہٖ خُیَلاَءَ فَلَیْسَ مِنَ اللہِ جَلَّ ذِکْرُہٗ فِیْ حِلٍّ وَلاَ حَرَامٍ (ابوداؤد، باب الاسبال فی الصلاۃ، واللفظ لہٗ، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۹۲۶۳؛ سنن کبریٰ نسائی، کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: ''جو شخص ازراہِ تکبر نماز میں اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو تو اللہ کی طرف سے نہ اس کا ذکر حلال میں ہے نہ حرام میں'' (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں حلال وحرام سے یا تو یہ مراد ہے کہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھنے والا شخص گناہوں میں مبتلا رہے گا اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی حفاظت نہیں فرمائیں گے۔

یا یہ مطلب ہے کہ اس شخص نے نماز میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حرام کیے ہوئے عمل کو حلال کیا ہے،اس لیے اللہ تعالیٰ کے حلال اور حرام کردہ حکموں سے ایسے شخص کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ یہ

عمل کر کے اس شخص نے شریعت کے احکام سے لاتعلقی ظاہر کی (بذل المجہود جلد۱صفحہ۳۵۳، باب الاسبال فی الصلاۃ)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے:

بَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ جَالِسٌ مَعَ أَصْحَابِهِ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ دَخَلَ رَجُلانِ فَقَامَا خَلْفَ سَارِيَتَيْنِ، فَصَلَّى أَحَدُهُمَا قَدْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ، وَالآخَرُ لا يُتِمُّ رُكُوعَهُ، وَلا سُجُودَهُ، فَجَعَلَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَنْظُرُ إِلَيْهِمَا، فَقَالَ جُلَسَاؤُهُ :لَقَدْ شَغَلَكَ هَذَانِ عَنَّا، قَالَ ":أَجَلْ أَمَّا هَذَا فَلا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِ يَعْنِي الْمُسْبِلَ إِزَارَهُ وَأَمَّا هَذَا فَلا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ يَعْنِي الَّذِي لا يُتِمُّ رُكُوعَهُ، وَلا سُجُودَهُ ."(المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۹۲۶۲)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دو افراد داخل ہوئے، اور وہ دونوں ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، ایک نے تو اپنے ازار کو ٹخنے سے نیچے لٹکایا ہوا تھا، اور دوسرا رکوع اور سجدے مکمل نہیں کر رہا تھا، تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں کی طرف دیکھنے لگے، شرکائے مجلس نے عرض کیا کہ ان دونوں نے آپ کی توجہ کو ہماری طرف سے ہٹا دیا، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں، اس ٹخنے سے نیچے ازار لٹکانے والے شخص کی طرف تو اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے، اور اس رکوع اور سجدوں کو مکمل نہ کرنے والے کی نماز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکا کر نماز کے مقبول نہ ہونے کا ذکر اس سے پہلی احادیث میں گزر چکا ہے، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے یہ واضح ہو گیا کہ ایسے شخص کی طرف اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے، دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ جب نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے، تو اس نماز کو قبول بھی نہیں فرمائیں گے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے مرحومی نماز کے مقبول نہ ہونے کی دلیل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مَردوں کو ٹخنوں سے نیچے لباس و کپڑا لٹکانا ممنوع اور گناہ ہے، اور یہ حالت تواضع و خشوع کے خلاف ہے۔

اور اس حالت میں نماز بھی قبولیت کا شرف حاصل نہیں کر پاتی۔

لہٰذا دوسرے اوقات کے علاوہ بطورِ خاص نماز کے وقت بھی اس گناہ سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

مگر یاد رہے کہ ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت کا حکم مَرد حضرات کے ساتھ خاص ہے۔

جہاں تک خواتین کا تعلق ہے، تو ان کو اپنے ٹخنے چھپا کر رکھنے کا حکم ہے، اور ان کے حق میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا (شلوار وغیرہ) لٹکانا گناہ میں داخل نہیں؛ بلکہ عبادت میں داخل ہے۔ [۱]

---

[۱] اگر یہ شبہ کیا جائے کہ شریعت نے ٹخنوں سے اوپر لباس رکھنے کی تعلیم تو تکبر سے بچنے کے لئے دی ہے، بلکہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کو تکبر کے قائم مقام قرار دیا ہے (جیسا کہ ہم نے رسالہ "ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا شرعی حکم" میں بالدلیل واضح کیا ہے) تو پھر عورتوں کے حق میں اس کی اجازت بلکہ اس کو عبادت قرار دینا گویا کہ ایک طرح سے ان کے لئے تکبر کو جائز قرار دینا ہے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ٹخنے ڈھانکنے میں تکبر لازم آنے یا تکبر پیدا ہونے کے معاملے کو شریعت نے مَردوں کے ساتھ خاص رکھا ہے، خواتین کو اس میں شامل نہیں کیا، بلکہ خواتین کے حق میں کبر کے معاملہ کو مرد حضرات کے برعکس رکھا ہے (اور شریعت کا جو حکم جس تقسیم و تفصیل کے ساتھ ہوتا ہے، اس تقسیم و تفصیل کی رعایت ضروری ہوتی ہے)

اور تجربہ و مشاہدہ بھی یہی ہے کہ عامۃُ الناس میں سے مرد حضرات ٹخنوں سے اوپر کپڑا کرنے میں عار اور شان کی خلاف ورزی محسوس کرتے ہیں، اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے میں فخر وغرور سمجھتے ہیں، اور مرد حضرات کے برعکس خواتین ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے میں عار اور شان کی خلاف ورزی محسوس کرتی ہیں، اور ٹخنوں سے اوپر کپڑا کرنے میں فخر وغرور سمجھتی ہیں۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۶ "دونفس کی نعمت، اور اس کی اصلاح کی ضرورت"﴾

کیا؟ ...... میں نے کہا کہ پہلے میں ڈانٹتا تھا، اب وہ ڈانٹتی ہے...... حضرت فرمانے لگے، سبحان اللہ! بس میں یہی چاہتا تھا۔

تو حقیقت یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک بہت بڑی عبادت ہے، اور بہت بڑا مجاہدہ ہے، حضرت فرمانے لگے کہ دیکھو! بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک آدمی کے اختیار میں ہے۔

عورتوں کی اصلاح کے بارے میں قرآنی ہدایت

قرآن میں عورتوں کی اصلاح کے بارے میں آیا ہے:

فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ (سورۃ نساء آیت نمبر ۳۴)

جن عورتوں کے بارے میں تمہیں معلوم ہو کہ وہ سرکشی کرنے لگی ہیں تو پہلے ان کو زبانی سمجھاؤ اور نصیحت کرو، اگر نہ سمجھیں تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ تنہائی میں اُن کے پاس جانا چھوڑ دو۔ یہ دو درجے ہوگئے؛ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو تیسرا درجہ ہے کہ اُن کو مارو۔

لیکن یہ آخری درجہ انتہائی مجبوری کا ہے، اور اس کی بھی حدود اور قیود ہیں، جو احادیث میں بیان کی گئی ہیں (جاری ہے)

مقالات ومضامین

مفتی محمد امجد حسین

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۷)

گذشتہ سطور میں کچھ ملّی واجتماعی اور کچھ قومی وبین الاقوامی امور کا ایک تجزیاتی سا خاکہ پیش ہوا۔

اب ہم اپنے مضمون کے اہم پہلو کی طرف (جو کہ آیاتِ بیّنات کی روشنی میں اپنے مختلف انفرادی واجتماعی احوال واعمال کا جائزہ اور آیات کا ان احوال پر انطباق ہے) واپس آتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلٰى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورة الانعام آیت ۴۲تا۴۵)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) آپ سے پہلے ہم نے بہت سی قوموں کے پاس پیغمبر بھیجے پھر ہم نے (ان کی نافرمانی کی وجہ سے) انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں مبتلا کیا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں (سرکشی چھوڑ کر عاجزی کا راستہ اختیار کریں) پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان کے پاس ہماری طرف سے سختی آئی تھی تو وہ عاجزی کا راستہ اختیار کرتے (ڈھیلے پڑ جاتے)۔ بلکہ ان کے دل تو اور سخت ہوگئے اور جو کچھ وہ کر رہے تھے شیطان نے انہیں یہ سجھایا کہ یہ تو بڑے شاندار کام ہیں، پھر جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (کفر ونافرمانی چھوڑ کر ایمان واطاعت کا راستہ اختیار کرنے کی) جب وہ اسے بھُلا بیٹھے تو ہم نے ان پر ہر نعمت کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جو نعمتیں انہیں دی گئی تھیں جب وہ ان پر اِترانے (اکڑنے) لگے تو ہم نے اچانک ان کو آ پکڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل مایوس ہو کر رہ گئے (اچانک پکڑ پر دھک سے رہ گئے، ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، اب کوئی بچاؤ اور سنبھلنے کا موقعہ ان کے پاس نہ رہا تھا) پھر (اس عذاب سے) اس ظالم قوم کی جڑ تک کٹ گئی (بالکل تباہ وبرباد ہوگئے) اور اللہ کا شکر ہے جو سارے عالم کا رب ہے (کہ ان نافرمانوں کے منحوس وجود سے زمین کو پاک کر دیا)

اس سے ملتے جلتے مضمون پر مشتمل ذیل کی آیات بیّنات بھی ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّى عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۹۴ تا ۹۸)

ترجمہ: اور ہم نے جس کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا، اس میں رہنے والوں کو بدحالی اور تکلیفوں میں مبتلا ضروری کیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں، پھر ہم نے کیفیت بدلی، بدحالی کی جگہ خوشحالی عطا فرمائی، یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ دکھ سکھ تو ہمارے باپ دادوں کو بھی پہنچتے رہے ہیں، پھر ہم نے انہیں اچانک اس طرح پکڑ لیا کہ انہیں (پہلے سے) پتہ بھی نہ چل سکا، اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، لیکن انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، اس لئے ان کی مسلسل بدعملی کی پاداش میں ہم نے ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا۔

کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بےفکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آ پڑے جس وقت وہ سوتے ہوں اور کیا ان بستیوں کے رہنے والوں کو اس بات کا بھی کوئی ڈر نہیں ہے کہ ان پر ہمارا عذاب دن دیہاڑے آ پڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی حرکتوں میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس پکڑ سے بےفکر ہو گئے پس اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے وہی بےفکر ہوتے ہیں جن کی شامت ہی آ گئی ہو۔

ان آیات کی تشریح

ان آیات بیّنات کی ایک معتبر مفسر نے جو تشریح کی ہے پہلے ذرا وہ ملاحظہ ہو۔

''بتایا یہ جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کیا انہیں (معاذ اللہ) جلدی سے غصے میں آ کر ہلاک نہیں کر دیا بلکہ انہیں سالہا سال تک راہِ راست پر آنے کے بہت سے مواقع فراہم کئے، اول تو پیغمبر بھیجے جو انہیں برسوں تک ہوشیار کرتے رہے پھر شروع میں انہیں کچھ معاشی بدحالی یا بیماریوں وغیرہ کی مصیبتوں سے دوچار کیا، تاکہ اُن کے دِل کچھ نرم پڑیں، کیونکہ بہت سے لوگ ایسے

حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تنگی تُرشی میں (یعنی مصیبتوں اور تکلیفوں کے حالات سے گزر کر) بعض اوقات حق بات قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے، جب ایسے حالات میں پیغمبر ان کو متنبہ کرتے ہیں کہ ذرا سنبھل جاؤ، ابھی اللہ تعالیٰ نے ایک اشارہ دیا ہے جو کسی وقت باقاعدہ عذاب میں تبدیل ہو سکتا ہے تو بعض لوگوں کے دل پسیج جاتے ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان پر خوش حالی آتی ہے تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اس وقت حق بات کو قبول کرنے کے لئے نسبتاً زیادہ آمادہ ہو جاتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں کو بدحالی کے بعد خوش حالی کی نعمت بھی عطا کی جاتی ہے تاکہ وہ شکر گزار بن سکیں، حالات کی اس تبدیلی سے بعض لوگ بے شک سبق لے لیتے ہیں اور راہِ راست پر آجاتے ہیں، لیکن کچھ ضدی طبیعت کے لوگ ان باتوں سے کوئی سبق نہیں سیکھتے، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ دکھ سکھ اور سرد و گرم حالات تو ہمارے باپ دادوں کو بھی پیش آچکے ہیں، انہیں خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ قرار دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اس طرح جب ان لوگوں پر ہر طرح کی حجت تمام ہو چکی ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آتا ہے اور اس طرح پکڑ لیتا ہے کہ ان کو پہلے سے اندازہ بھی نہیں ہوتا...... ہر وہ شخص جو کسی گناہ، بدعملی یا ظلم میں مشغول ہو اسے ان آیاتِ کریمہ کا ہمیشہ دھیان رکھنا چاہئے (آسان ترجمہ قرآن مع تشریحات مفتی محمد تقی عثمانی ج ا ص ۴۷۵ و ۴۷۶)

ان آیات کے کچھ تذکیری نکات

ان آیات سے ملنے والے چند اہم سبق یہ ہیں۔

(۱)...... دنیوی زندگی میں جو جو نعمتیں ہمیں حاصل ہوتی ہیں ان نعمتوں کے حصول میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور نیک اعمال کو بھی بڑا دخل ہے (جیسے کہ مذکورہ آیت ''**ولو ان اھل القریٰ آمنوا واتقوا**'' سے واضح ہوتا ہے)

(۲)...... اسی طرح دنیوی زندگی میں آدمی کو پیش آنے والی جسمانی مصیبتیں (جیسے مختلف امراض و بیماریاں، صدمے، دکھ، پریشانیاں، ایذائیں، حادثات، وغیرہ) اور مالی مصیبتیں بھی (جیسے افلاس، تنگدستی، تجارت و کاروبار میں مسلسل گھاٹا و خسارہ، اور طرح طرح کے نقصانات، زمینی پیداوار میں نقصان، قحط سالی، مال و جائیداد کا چوری ہو جانا، غصب ہو جانا، چھن جانا، انانیت پر مبنی مختلف جھوٹے سچے مقدمات کی نذر ہو جانا، نافرمان و نالائق اولاد کا مال کی بربادی پر مسلط ہو جانا) جانی و مالی ان دونوں قسم کے مصائب

میں مبتلا ہونے میں آدمی کے گناہوں، نافرمانیوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام توڑنے کو بھی بڑا دخل ہے (جیسے ''اخذنا اھلھا بالباساء و الضراء '' سے مستفاد و مفہوم ہوتا ہے، (واضح رہے کہ الباساء سے مالی مصائب و پریشانیاں، اور الضرآء سے جسمانی مصائب و پریشانیاں مراد لی گئی ہیں)

(۳)...... دنیوی زندگی میں کفر و نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے کے باوجود (امن و عیش، خوشحالی و فارغ البالی، مالی کشائش و وسعت (جو بہت سوں کو حاصل ہوتی ہے) یہ ڈھیل، مہلت اور استدراج ہے (جیسے مذکورہ آیت میں ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ الخ سے واضح ہوتا ہے) نافرمانوں کو نافرمانی کے باوجود خوشحالی، فارغ البالی و خوش عیشی حاصل ہونے کو قرآن مجید نے استدراج کے نام سے ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو: [۱]

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (سورة الاعراف آیت ۱۸۲، ۱۸۳)

ترجمہ: اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے ایسی جگہ سے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو ڈھیل دوں گا بے شک میرا داؤ پکا ہے۔

سورہ قلم آیت نمبر ۴۴، ۴۵ بھی اسی کی مشابہ آیتیں ہیں اور قریب قریب یہی مضمون استدراج کے متعلق ان آیتوں کا بھی ہے۔ قرآن وسنت کی اس اصطلاح (یعنی استدراج) کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کے گناہ پر دنیا میں کوئی تکلیف و مصیبت نہ آئے بلکہ جوں جوں وہ گناہ میں آگے بڑھتا جائے دنیوی مال و اسباب اور بڑھتے جائیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کو اپنی بدکرداری پر کسی وقت تنبیہ نہیں ہوتی اور غفلت سے آنکھ نہیں کھلتی اور اپنے بُرے اعمال اس کو برے نظر نہیں آتے کہ وہ ان سے باز آنے کی فکر کرے، انسان کی یہ حالت اس مریض لاعلاج کے مشابہ ہے جو بیماری ہی کو شفاء اور زہر ہی کو تریاق سمجھ کر استعمال کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی تو دنیا میں ہی یہ شخص دفعۃً عذاب میں پکڑ لیا جاتا ہے اور کبھی موت تک یہ

---

[۱] استدراج کی تعریف بعض مفسرین نے یوں کی ہے۔

الاستدراج النقل درجة بعد درجة من سفل الیٰ علواو بالعکس ثم استعیر لنقل تدریج من حال الی حال من الاحوال الملائمة للمنتقل الموافقة لهواه واستدراجه تعالیٰ ایاهم بادرار النعم علیهم مع انهماکهم فی الغی فلیس المطلوب الا تدرجهم فی مدارج المعاصی الیٰ ان یحق علیهم کلمة العذاب علی اقطع حال واشنعها وادرار النعم وسیلة الیٰ ذالک.، بیان القرآن للتهانوی ج۴ ص ۵۵)

سلسلہ چلتا ہے بالآخر موت ہی اس کی سستی و بے ہوشی کا خاتمہ کر دیتی ہے اور دائمی عذاب اس کا ٹھکانہ بن جاتا ہے (معارف القرآن ۴/۱۳۷)

لہٰذا اللہ کی نافرمانی والی زندگی گزارنے کے باوجود دنیوی خوشحالی و فارغ البالی کے حاصل ہونے پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہئے یہ میٹھا زہر ہے جو رفتہ رفتہ بتدریج ہلاکت کی گھاٹی میں اتارتا ہے اور بے نیاز رب کی پکڑ اور بے ڈھب گرفت کی ایسی شکل ہے جس سے بہت لوگ دھوکے میں آکر مارے جاتے ہیں۔ ؎

ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا ۔۔۔ نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی

(۴)...... جو خوشحالی اور نعمتیں بندہ مومن کو اللہ کی فرمانبرداری کی صورت میں ملتی ہیں وہ صورۃً گو ان نعمتوں کے مشابہ ہوں جو نافرمانوں کو نافرمانی کے باوجود بطور استدراج ملتی ہیں لیکن صورۃً اس توافق و تشابہ اور تماثل کے باوجود حقیقۃً دونوں میں بڑا فرق ہے۔ بعد المشر قین ہے، کہ استدراج کی صورت میں ملنے والی نعمتیں انجام کار وبالِ جان بن جاتی ہیں کبھی دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو یقیناً۔ جبکہ اطاعت کی صورت میں ملنے والی نعمت وبال کبھی نہیں ہوتی، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، اور ان میں خیر و برکت ہوتی ہے اور برکت بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ کے خزانہ کا خاص موتی ہے، برکت جس رزق میں، جس روزی میں، جس مال میں، جس نعمت میں داخل و شامل ہو جائے، اس نعمت کو اس مال کو انمول بنا دیتی ہے، برکت والی چیز، تھوڑی بھی بہت ہوتی ہے۔ [۱]

جس فرمانبردار بندے کے مال میں، نعمت میں برکت آجائے تو اس بابرکت مال کا ایک ایک پیسہ ایک ایک حصہ اپنے اثرات دکھاتا ہے، اور ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' کے مصداق اپنا لوہا منواتا ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

---

[۱] برکت کا ظہور دنیا میں دو طرح سے ہوتا ہے، کبھی تو اصل چیز واقع میں بڑھ جاتی ہے، جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ایک معمولی برتن کے پانی سے پورے قافلہ کا سیراب ہونا، یا تھوڑے سے کھانے سے ایک مجمع کا شکم سیر ہو جانا روایاتِ صحیح میں مذکور ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر اس چیز میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی، مقدار اتنی ہی رہی، جتنی تھی، لیکن اس سے کام اتنے نکلے، جتنے اس سے دگنی چوگنی چیز سے نکلتے، اس کا مشاہدہ عام طور پر ہوتا ہے، کہ کوئی برتن کپڑا، گھر یا گھر کا سامان ایسا مبارک ہوتا ہے کہ اس سے عمر بھر آدمی فرحت اٹھاتا ہے، اور پھر بھی قائم رہتا ہے، اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ بناتے ہی ٹوٹ گئیں، یا سالم بھی رہیں، مگر ان سے نفع اٹھانے کا موقع ہاتھ نہ آیا، یا نفع بھی اٹھایا، تو پورا نفع اٹھا نہ سکے۔

یہ برکت انسان کے مال میں بھی ہوتی ہے، جان میں بھی، کام میں بھی، اور وقت میں بھی، بعض مرتبہ ایک لقمہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی قوت و صحت کا سبب بنتا ہے، اور بعض اوقات بڑی سے بڑی طاقتور غذا اور دوا کام نہیں دیتی (معارف القرآن ج ۴ ص ۱۷)

مقالات ومضامین درجة الفجر والشفق مفتی محمد رضوان

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط۷)

(۱۶)......ابوزید عبدالرحمٰن بن عمر سوسی کا حوالہ

مراکش کے مشہور مُوَقِّت ابوزید عبدالرحمٰن بن عمرالسوسی (المتوفیٰ ۱۰۲۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ مُغِيْبَ الشَّفَقِ كَطُلُوْعِ الْفَجْرِ وَذٰلِكَ عِنْدَ مَا يَكُوْنُ اِنْخِفَاضُ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَةَ دَرَجَةً ..فَلَزِمَ عَلٰى هٰذَا اَنْ تَكُوْنَ مُدَّةُ الشَّفَقِ مُسَاوِيَةً لِمُدَّةَ الْفَجْرِ وَهِىَ دَائِرَةٌ مِّنَ الْفَلَكِ مِنَ الْغُرُوْبِ اِلٰى حِيْنَ كَوْنِ الْاِنْخِفَاضِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَاَوْ مِنْ حِيْنَ كَوْنِ الْاِنْخِفَاضِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ اِلٰى حِيْنَ الشُّرُوْقِ وَهٰذَا عَلٰى اَنَّ اِنْخِفَاضَ الشَّمْسِ لِلْوَقْتَيْنِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَ لِلشَّفَقِ سَبْعَةَ عَشَرَ، وَلِلْفَجْرِ تِسْعَةَ عَشَرَ فَتَكُوْنُ عَلٰى هٰذَا مُدَّةُ الْفَجْرِ اَوْسَعَ مِنْ مُدَّةِ الشَّفَقِ وَذٰلِكَ اَنَّ الشَّفَقَ هُوَ الْحُمْرَةُ كَمَا عَلِمْتَ، وَالْحُمْرَةُ قَبْلَ الشُّرُوْقِ كَالْحُمْرَةِ بَعْدَ الْغُرُوْبِ، وَلِلْفَجْرِ ضِيَاءٌ يَبْدُوْ قَبْلَ الْحُمْرَةِ فَكَانَتِ الْمُدَّةُ اَوْسَعَ مِنَ الْمُدَّةِ وَلٰكِنَّ الْاِحْتِيَاطَ لِدُخُوْلِ الْوَقْتِ وَتَبَيُّنِهٖ هُوَ عَلٰى رَأْىِ مَنْ جَعَلَ لَهُمَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَهُوَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْعَمَلُ كَثِيْرًا وَلَايَخْفٰى كَوْنُ ذٰلِكَ اِحْتِيَاطًا ،وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (شرح روضة الازهار، ساعات مغيب الشفق وطلوع الفجر وما فى مدتيهما من ادراج ، كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص۱۵) [۱]

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ شفق کا غروب فجر کے طلوع کی طرح ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ سورج کا انخفاض افق کے نیچے ۱۸ درجے ہو...تو لازم ہوا کہ شفق کی مدت برابر ہو فجر کی مدت کے، اور مدتِ شفق فلک کا دائرہ ہے، غروب سے لے کر سورج کا انخفاض ۱۸ درجے ہونے تک، یا سورج کے ۱۸ درجے انخفاض کے وقت سے طلوع ہونے تک، اور یہ

---

[۱] السوسى :عبد الرحمن بن ...السوسى ابو زيد الجزولى البو عقيلى الموقت بمراكش توفى سنة 1020عشرين وألف .له شرح روضة الأزهار للجادرى فى التوقيتهدية العارفين ج ا ص ۲۸۹، باب العين)

اس بناء پر ہے کہ سورج کا انخفاض دونوں وقتوں کے لئے ۱۸ درجے ہے، اور بعض نے شفق کے لئے ۱۷ درجے اور فجر کے لئے ۱۹ درجے قرار دیئے ہیں، اس قول پر فجر کی مدت شفق کی مدت سے زیادہ وسیع ہوگی، کیونکہ یہاں شفق سے حمرۃ مراد ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور حمرۃ طلوع سے قبل اسی طرح ہے، جس طرح غروب کے بعد، اور فجر کی روشنی حمرۃ سے پہلے ظاہر ہوتی ہے، پس اس لئے فجر کی مدت وسیع ہوگی شفق کی مدت سے، لیکن وقت داخل ہونے اوراس کے تبین کے لئے احتیاط انہی حضرات کے قول پر ہے، جنہوں نے دونوں کے لئے ۱۸ درجے مقرر کئے ہیں، اوراسی پر اکثر حضرات کا عمل ہے، اوراس (۱۸ درجے پر مغیبِ شفق) میں احتیاط کا ہونا مخفی نہیں ہے، واللہ اعلم (ترجمہ ختم)

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب ۱۸ درجے پر ہوتا ہے، اوراسی پر اکثر حضرات کا عمل رہا ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض کے نزدیک طلوعِ فجر ۱۹ درجے پر اور غیوبِ شفقِ احمر ۱۷ درجے پر ہے۔اور بعض اہلِ علم حضرات کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹ درجے کا قول بعض متاخرین کا ہے، کیونکہ انہوں نے جب بعض کی تحقیق ۲۰ درجے پر ملاحظہ کی، توان اہلِ علم حضرات نے متقدمین کی ۱۸ درجے اور ۲۰ درجے کی تحقیق کے درمیان ۱۹ درجے کا قول کر کے متوسط راستے کو اختیار کیا۔ [۱]

(۱۷)......محمد بن حسین الحارثی العاملی کا حوالہ

بہاء الدین محمد بن حسین بن عبدالصمد الحارثی العاملی الہمذانی (المتوفی ۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنْ كَـانَ شَرْقِيًّا أَقَلُّ مِنْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لَمْ يَغْرِبِ الشَّفَقُ بَعْدُاَوْأَكْثَرُ فَقَدْ غَرُبَ، اَوْ مُسَـاوِيـاً فَـابْتِـدَاءُ غُـرُوْبِهٖ وَإِنْ كَانَ غَرْبِيًّا أَقَلُّ فَقَدْ طَلَعَ الْفَجْرُ، أَوْ أَكْثَرُ لَمْ يَطْلُعْ بَعْدُ، أَوْ مُسَاوِياً فَابْتِدَاءُ طُلُوْعِهٖ(الكشكول،تحت ترجمة ابن الخياط)

---

[۱] وعمل المتقدمين من اهل هذه الصناعة على تباين بلادهم فى المشرق والمغرب على ان ارتفاع النظير مشرقا عند مغيب الشفق ثمانية عشر ومثل ذلك ارتفاعه مغربا عند طلوع الفجرعملا منهم ، على ان الشفق هو البياض ولم يزل علمهم على ذلك الى ان زعم ابوعلى المراكشى انه رصده وقت مغيب الحمرة فوجد ارتفاع النظير ستة عشر ورصده وقت طلوع الفجر فوجد ارتفاع النظير عشرين فتوسط بعض المتاخرين بين القولين وعملوا على ان الارتفاع للشفق سبعة عشر وللفجر تسعة عشر ، على ذلك اقتصر جمال الدين المارديني فى رسالته (ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص۱۸)

ترجمہ: پس اگر(غروب کے بعد)اٹھارہ درجہ سے کم(مقدار)مشرقی ہے،تو شفق(ابیض) ابھی تک غروب نہیں ہوئی،اور اٹھارہ درجہ سے زیادہ ہے تو شفق غروب ہو چکی ہے،اور اگر اٹھارہ درجہ کے بالکل برابر ہے تو شفق(ابیض)کے غروب ہونے کی ابتداء ہے۔

اور اگر(طلوع سے پہلے)اٹھارہ درجہ سے کم(مقدار)مغربی ہے تو فجر طلوع ہو چکی ہے،اور اٹھارہ درجہ سے زیادہ(مقدار)ہے تو فجر ابھی تک طلوع نہیں ہوئی،اور اگر اٹھارہ درجہ کے بالکل برابر ہے،تو طلوعِ فجر کی ابتداء ہے(ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب ٹھیک سورج کے اٹھارہ درجے زیرِ افق پر ہوتا ہے،نہ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد۔

بہاءالدین عاملی متعدد فنون کے ماہر شمار ہوتے ہیں۔ [1]

(جاری ہے..........)

---

[1] چنانچہ بہاءالدین العاملی کے بارے میں امام زرکلی فرماتے ہیں:

محمد بن حسین بن عبد الصمد الحارثی العاملی الهمذانی، بهاء الدین :عالم أدیب إمامی، من الشعراء .ولد ببعلبک، وانتقل به أبوه إلی إیران .ورحل رحلة واسعة، ونزل بأصفهان فولاه سلطانها (شاه عباس) ریاسة العلماء ، فأقام مدة ثم تحول إلی مصر .وزار القدس ودمشق وحلب وعاد إلی أصفهان، فتوفی فیها، ودفن بطوس .أشهر کتبه (الکشکول -ط) و (المخلاة -ط) وهما من کتب الأدب المرسلة، لا أبواب ولا فصول .وله (العروةالوثقی) فی التفسیر، و (الفوائد الصمدیة فی علم العربیة -خ) و (الحبل المتین -خ) فی الحدیث، طبع بعضه، و (أسرار البلاغة -ط) و (الزبدة) فی الاصول، و (خلاصة فی الحساب -ط) و (تشریح الافلاک -ط) و (استفادة أنوار الکواکب من الشمس -خ) مقالة.وله رسائل، وشعر کثیر . وبالفارسیة (نان وحلوی) أی خبز وحلوی، وهو نظم فی التصوف، و (شیر وشکر) أی لبن وسکر، ونظم فی التصوف أیضا(اعلام زرکلی ج٦ ص ۱۰۱،۱۰۲)

بسلسلہ : تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ جمادی الاخریٰ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۱ھ** میں حضرت ابومحمد دعلج بن احمد بن دعلج بن عبدالرحمٰن سجستانی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۵،طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۱۷،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۸۲،تاریخِ بغداد ج۸ص ۳۹۱)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۲ھ** میں حضرت علی بن ہارون بن علی بن یحییٰ بن ابی منصور رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۱۱۹)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۶ھ** میں حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم بن حماد بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید بن درہم ازدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۳۹)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۷ھ** میں قاضی القضاۃ حضرت ابوبشر عمر بن اکثم بن احمد بن قاضی حیان بن بشر الاسدی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۱۱۱)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۷ھ** میں حضرت ابوالعباس احمد بن حسن بن اسحاق بن عتبہ رازی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۱۱۳)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۵۹ھ** میں حضرت ابوالعلاء محارب بن محمد شافعی سدوسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۲۷۶)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۶۰ھ** میں حضرت ابوعمرو محمد بن جعفر بن محمد مطر نیشاپوری مزکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۱۶۳)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۶۱ھ** میں حضرت ابومنصور محمد بن محمد بن عثمان بن عمران بن سہل بن نصر بن احمد بن حامد رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ص ۲۳۵)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۶۴ھ** میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن علی مصیصی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۱۹،تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۲۴)

☐...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۶۵ھ** میں حضرت ابواحمد عبداللہ بن عدی بن عبداللہ بن محمد بن مبارک بن قطان جرجانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ عدی کے نام سے مشہور تھے، اور علمِ جرح وتعدیل میں

آپ کی کتاب ''الکامل'' نمایاں مقام رکھتی ہے (طبقات الحفاظ ج ا ص ۷۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۴۲)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۶۶ھ** میں حضرت ابوالحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن افلح بن رافع بن ابراہیم بن افلح بن عبدالرحمٰن بن عبید بن رفاعہ بن رافع انصاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخ بغداد ج ا ص ۲۶۰)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۶۷ھ** میں حضرت ابوبکر محمد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۲۰)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۶۹ھ** میں حضرت ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۴۶۱)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۷۰ھ** میں حضرت ابومحمد حسن بن رشیق عسکری مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۸۱، طبقات الحفاظ ج ا ص ۷۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۵۹)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۷۲ھ** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن جعفر بن احمد بن بکر بن زیاد بن علی بن مہران بن عبداللہ شیبانی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۸ ص ۳۹۱)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۷۳ھ** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عثمان واسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۵۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۶۵)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۷۵ھ** میں حضرت ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مشہور کتب تنبیہ الغافلین اور کتاب الفتاویٰ کے مصنف ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۲۳)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۷۶ھ** میں حضرت ابوالحسن علی بن حسن بن علی بن مطرف بن بحر بن تمیم بن یحییٰ جراحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۸۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۷۷ھ** میں حضرت ابومحمد جعفر بن محمد بن احمد بن اسحاق بن بہلول بن حسان تنوخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۷ ص ۲۳۳)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۷۸ھ** میں حضرت ابومحمد عبدالعزیز بن حسن بن علی بن ابی صابر صیرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۴۶۵)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۷۹ھ** میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن عمر سرخسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج ا ص ۸۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۸۲، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۲۶)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۸۰ھ** میں حضرت ابوالقاسم یحییٰ بن حسن بن محمد بن قاسم بن محمد بن

معانی انباری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۴ ص ۲۴۱)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۸۴ھ** میں حضرت ابوالحسن محمد بن علی بن سہل بن مصلح نیشاپوری ماسرجسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۴۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۸۵ھ** میں حضرت ابونصر احمد بن محمد بن حسین بخاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۲۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۸۶ھ** میں حضرت ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ حارثی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوطالب مکی کے لقب سے مشہور تھے، اور فنِ تصوف میں آپ کی کتاب ''قوت القلوب'' بڑی اہم شمار کی جاتی ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۳۷، تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۸۹)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۹۱ھ** میں مشہور شاعر ابوعبداللہ حسین بن احمد بن حجاج بغدادی کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۶۱، تاریخِ بغداد ج ۸ ص ۱۴)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۹۲ھ** میں حضرت ابوبکر محمد بن محمد بن جعفر شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۲۲۹)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۹۴ھ** میں حضرت ابوالفتح ابراہیم بن علی بن حسین بن سیبخت رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۶ ص ۱۳۳)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۹۵ھ** میں حضرت ابونصر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ بخاری ملاحمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۸۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۹۶ھ** میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن عمران بن موسیٰ بن عروہ بن جراح بن علی بن زید بن بکر بن حریش نہشلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۷۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۹۷ھ** میں حضرت ابوالحسین عبدالرحمٰن بن عمر بن احمد بن محمد الخلال رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۰۱)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۹۸ھ** میں حضرت ابونصر احمد بن محمد بن حسین بن حسن بن علی بن رستم بخاری کلاباذی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۹۵، تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۴۳۴)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۳۹۹ھ** میں حضرت ابوطالب محمد بن علی بن اسحاق بن عباس بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۹۳)

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: اکیسویں و آخری قسط) مفتی محمد امجد حسین

سنت، نفل نمازوں کا بیان

سورج گرہن کے وقت کی نماز (صلوٰۃ کسوف)

سورج گرہن کے وقت (کم از کم) دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔

یہ نماز عام نوافل کی طرح ہی پڑھی جائے گی، یعنی قیام کی حالت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت ساتھ ملانا، ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کرنا، البتہ قرأت اس نماز میں طویل کرنا افضل و مسنون ہے، کہ دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد لمبی لمبی سورتیں پڑھے مثلاً سورۃ بقرۃ، ال عمران وغیرہ (اگر کسی کو ایسی لمبی سورتیں یاد نہ ہوں تو اس سے چھوٹی سورتیں پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے) رکوع اور سجدے بھی خوب لمبے لمبے کئے جائیں گے (رکوع سجدے جب لمبے ہوں گے تو تسبیحات بھی ظاہر ہے کہ اسی کثرت سے رکوع و سجدوں میں پڑھی جائیں گی) اور قرأت (امام) آہستہ یعنی دل میں پڑھے گا۔ اذان، اقامت اور خطبہ اس نماز میں نہیں ہے (لوگوں کو جمع کرنے کے لئے اعلان وغیرہ کیا جاسکتا ہے)، یہ نماز جماعت سے ادا کی جاتی ہے بشرطیکہ حاکمِ وقت یا اس کا نائب یا ایسا امام پڑھائے جو جمعہ کی نماز بھی پڑھاتا ہو، اور عیدگاہ یا جامع مسجد میں یہ نماز پڑھنا افضل ہے (ایک روایت یہ بھی ہے کہ پنجگانہ نمازوں کا امام یعنی ہر امامِ مسجد، امامِ محلّہ بھی اپنی اپنی مسجد میں پڑھا سکتا ہے)

نماز سے فارغ ہو کر امام دعاء میں مشغول ہو جائے اور مقتدی آمین آمین کہتے رہیں، اس وقت تک دعاء میں مشغول رہیں جب تک سورج گرہن ختم نہیں ہو جاتا اور سورج صاف نہیں ہو جاتا۔ امام کے لئے دعاء کے دو طریقے منقول ہیں، ایک یہ کہ اپنی جگہ قبلہ رخ بیٹھے بیٹھے ہی دعاء مانگے، دوسرا یہ کہ کھڑے ہو کر مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعاء مانگے۔ دوسرا طریقہ بہتر ہے۔ [1]

سورج گرہن کی نماز کا موقعہ سورج گرہن کا وقت ہی ہے، اگر جمع ہوتے ہوتے نماز شروع کرنے سے پہلے گرہن ختم ہو گیا تو پھر نماز نہ پڑھی جائے (دعاء و استغفار اور شکر وغیرہ کر لیا جائے) تین مکروہ اوقات

---

[1] اگر سورج گرہن کے وقت سب لوگ جمع ہو کر نماز نہ پڑھیں صرف دعاء و مناجات میں مشغول ہو جائیں تب بھی جائز ہے لیکن نماز پڑھنا اور پھر دعاء مانگنا افضل ہے۔

(طلوع، غروب زوال میں) بھی یہ نماز جائز نہیں، گرہن کے وقت نماز یا دعاء میں مشغول تھے کہ کسی نماز کا (مثلاً عصر، مغرب) کا وقت آ گیا تو یہ عمل ختم کر کے وقت کی نماز پہلے ادا کر لی جائے۔

چاند گرہن کی نماز (صلوٰۃ خسوف)

خسوف یعنی چاند گرہن کے وقت بھی دو رکعت نماز سنت ہے مگر اس میں جماعت سنت نہیں اور نہ مسجد میں جانا مسنون ہے، سب لوگ اپنی اپنی جگہ، اپنے گھر ہی میں پڑھیں۔ باقی مسائل اس کے بھی وہی ہیں جو سورج گرہن میں ابھی بیان ہوئے، یعنی عام نفلوں کی طرح پڑھنا، لمبی لمبی سورتیں پڑھنا، رکوع، سجدے طویل کرنا، دعاء وزاری میں گرہن ختم ہونے تک مشغول رہنا، وغیرہ۔

قدرتی آفات وحوادث کے موقعہ پر نماز

جب کوئی آفت، خوف، مصیبت پیش آ جائے مثلاً سخت آندھی ہے، پانی بہت برسے (طوفان، بارش) اولے یا برف بہت گرے، آسمان سُرخ ہو جائے، دن میں سخت تاریکی چھا جائے، رات میں یکا یک ہولناک روشنی ہو جائے، آسمانی بجلیاں کڑکیں اور گریں، ستارے بکثرت چھوٹنے، ٹوٹنے لگیں، زلزلے آویں، کوئی وبائی مرض جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ پھیل جائے، یا دشمن کا خوف واندیشہ ہو تو ایسے سب موقعوں پر مستحب ہے کہ (کم از کم) دو رکعت نماز ان آفات وبلیات کے دفعیّہ کی نیت سے بغیر جماعت کے اپنے اپنے طور اپنے گھروں وغیرہ میں پڑھی جائے اور ایسے موقعوں کے متعلق جو دعائیں احادیث مبارکہ میں منقول ہیں وہ بھی پڑھی جائیں مثلاً تیز ہوا (آندھی) کے وقت یہ دعاء پڑھنا حدیث میں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَخَیْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ (مسلم، ترمذی)

ابر آئے تو یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْهِ

پانی برسنے لگے تو یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ سُقْیًا نَافِعًا.

بادل گرجنے، بجلی کڑکنے کے وقت یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰھُمَّ لا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِکَ.

نمازِ استسقاء یعنی بارش طلب کرنے کے لئے نماز

جب پانی کی ضرورت ہو اور بارش بند ہو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعاء کرنا مسنون ہے، اور دوسرا عمل نمازِ استسقاء پڑھنا ہے،

نمازِ استسقاء کا طریقہ یہ ہے کہ علاقے کے مسلمان (جس قدر بھی ممکن ہوں) آبادی کے باہر کسی میدان میں (اور آبادی سے باہر مشکل ہو، تو شہر ہی کے کسی کھلے میدان میں) جمع ہوں، معمولی لباس پہن کر جائیں، دلوں میں اللہ کا خوف اور اپنے گناہوں اور خطاؤں کا استحضار اور احساس ہو، عجز وانکسار سے گردنیں جھکی ہوئی ہوں اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین ہو۔ میدان میں پہنچ کر امام نماز کے لئے اپنے مصلے پر کھڑا ہو، اور اذان اور اقامت کے بغیر دو رکعت جہری قرأت کے ساتھ پڑھائے۔

نماز کے فوراً بعد دعا کرنے کے بجائے عید کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں، عربی خطبہ میں امام لوگوں کے سامنے عربی میں گناہوں سے توبہ کرنے اور بچنے اور حقوق العباد ادا کرنے کے مضامین بیان کرے۔ [1] خطبہ سے فارغ ہو کر امام قبلہ رخ کھڑے ہو کر بطور تفاؤل (نیک فالی) کے اپنی اوڑھی ہوئی چادر پلٹ دے۔ اور چادر پلٹنے کا طریقہ پیچھے بیان کیا جاچکا۔

اور یہ چادر پلٹنا بطور تفاؤل (یعنی نیک فالی) کی غرض سے ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ خشکی کو تری سے تبدیل فرمادیں۔ پھر امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے کھڑے آہ وبکا کے ساتھ سر تک اونچے اور الٹے ہاتھ کر کے آہستہ اور بلند آواز سے دعا کرے۔ اور ہاتھوں کو الٹا کرنے کا مقصد بھی تفاؤل (یعنی نیک فالی) ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت کو تبدیل فرمادیں۔ اور مقتدی قبلہ رو بیٹھ کر خشوع وخضوع کے ساتھ امام کی طرح ہاتھ بلند اور الٹے کر کے دعا میں مشغول ہو جائیں، اور امام کی دعا پر آمین، آمین کہتے رہیں اور گڑگڑا کر دعا کرنے کی کوشش کریں، تا کہ دریائے رحمت جوش میں آجائے اور بامراد لوٹیں، اور مسنون وماثورہ دعائیں جو بارش سے متعلق روایات میں آئی ہیں وہ کی جائیں، یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں بھی اس مطلب کی دعائیں کی جاسکتی ہیں (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الاستسقاء)

---

[1] مگر عید کے خطبہ میں جو اضافی تکبیرات مستحب ہیں، استسقاء کے خطبہ میں یہ تکبیرات مستحب نہیں۔
وقال محمد بن الحسن أرى أن يصلي الإمام في الاستسقاء نحوا من صلاة العيد يبدأ بالصلاة قبل الخطبة ولا يكبر فيها كما يكبر في العيدين(الاصل للشيباني ، باب صلاة الاستسقاء)

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۶)

جانوروں پر سفر شروع کرتے وقت، ذکرُ اللہ اور اس کی افادیت

جب انسان، جانور پر سفر کرتا ہے، اور اس کو اپنے ماتحت وتابع دیکھتا ہے، تو اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے، اور جانوروں کی ذلت وحقارت کا تصور قائم ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں انسان مختلف فتنوں کی زَد میں آ جاتا ہے۔

جانور پر سوار ہوتے وقت انسان میں تکبر اور جانور کی حقارت کا تصور قائم ہونے اور فتنوں سے بچنے کے لئے شریعت کی طرف سے یہ تعلیم دی گئی کہ اس پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ " عَلٰى ظَهْرِ كُلِّ بَعِيْرٍ شَيْطَانٌ، فَإِذَا رَكِبْتُمُوْهَا فَسَمُّوْا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ لَا تُقَصِّرُوْا عَنْ حَاجَاتِكُمْ

(مسند أحمد، حديث نمبر ۱۶۰۳۹)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہر اونٹ کی پیٹھ پر شیطان ہوتا ہے، پس جب تم اس پر سوار ہو، تو اللہ عزوجل کا نام لے لیا کرو، تو تم کو اپنی ضروریات پوری کرنے میں کمی کوتاہی کا سامنا نہیں ہوگا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اونٹ بلکہ کسی بھی سواری پر سوار ہونے والے کو شیطان تکبر میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس تکبر کا علاج اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] (على ظهر كل بعير شيطان فإذا ركبتموها فسموا الله ثم لا تقصروا عن حاجاتكم) قال في البحر :إن معناه أن الإبل خلقت من الجن وإذا كانت من جنس الجن جاز كونها هي من مراكبها والشيطان من الجن قال تعالى *(إلا إبليس كان من الجن)* فهما من جنس واحد ويجوز كون الخبر بمعنى العز والفخر والكبر والعجب لأنها من أجل أموال العرب ومن كثرت عنده لم يؤمن عليه الإعجاب والعجب سبب الكبر وهو صفة الشيطان فالمعنى على ظهر كل بعير سبب يتولد منه الكبر (فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۵۴۵۹)

حضرت ابولاس خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" مَا مِنْ بَعِيرٍ إِلَّا فِيْ ذِرْوَتِهٖ شَيْطَانٌ، فَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِذَا رَكِبْتُمُوْهَا كَمَا أَمَرَكُمْ ، ثُمَّ امْتَهِنُوْهَا لِأَنْفُسِكُمْ فَإِنَّمَا يَحْمِلُ اللّٰهُ "(مسند احمد حديث نمبر ۱۷۹۳۸ ، واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۱۷۹۳۹ ، المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۱۸۲۸۲ ، صحيح ابنِ خزيمة حديث نمبر ۲۱۸۶) [1]

ترجمہ: کوئی اونٹ بھی ایسا نہیں کہ جس کی کوہان میں شیطان نہ ہوتا ہو، پس جب تم اس پر سوار ہو، تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم فرمایا، پھر تم اس کی اپنے نفس کے لئے اہانت نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں اس پر سوار کیا ہے (ترجمہ ختم)

یعنی اونٹ یا کسی دوسری سواری پر سوار ہونے والے کو سواری کے اپنے تابع وماتحت ہونے کی وجہ سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے، جو کہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اس لئے اس پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرنا چاہئے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے، اس سے تکبر کا علاج ہو جاتا ہے۔ [2]

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سواری پر سوار ہوتے وقت اس طرح ذکر کرنے کی تعلیم فرمائی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ. وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس سواری کو مسخر کیا، جبکہ ہم میں اس کی طاقت نہ تھی، اور بلاشبہ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (سورہ زخرف آیت ۱۳، ۱۴)

---

[1] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَلَهُ شَاهِدٌ صَحِيحٌ "(مستدرك حاكم ، حديث نمبر ۱۵۷۶)

وقال الهيثمی:

رواه أحمد والطبرانی بأسانيد، ورجال أحدها رجال الصحيح غير محمد بن إسحاق وقد صرح بالسماع فی إحداهما (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۱)

[2] (ما من بعير إلا وفی ذروته شيطان فإذا ركبتموها) أی الإبل (فاذكروا نعمة الله تعالى عليكم كما أمركم الله) فی القرآن (ثم امتهنوها لأنفسكم فإنما يحمل الله عز وجل) فلا تنظروا إلى ظاهر هزالها وعجزها -.(حم ك عن أبی لاس الخزاعی) كذا فی بعض الأصول وفی بعضها لاحق قال :حملنا رسول الله ﷺ على إبل الصدقة فقلنا :ما نرى أن تحملنا هذه فذكره .قال الهيثمی :رواه أحمد والطبرانی بأسانيد رجال أحدهما صحيح غير محمد بن إسحاق وقد صرح بالسماع فی أحدهما .(فيض القدير للمناوی، تحت حديث رقم ۸۰۱۴)

جانور کو بھوکا پیاسا رکھ کر مار دینے کا وبال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

دَخَلَتُ اِمُرَأَةٌ اَلنَّارَ فِیُ هِرَّةٍ رَبَطَتُهَا فَلَمُ تُطُعِمُهَا وَلَمُ تَدَعُهَا تَأُكُلُ مِنُ خَشَاشِ الُأَرُضِ (بخاری،حدیث نمبر ۳۰۷۱، کتاب بدء الخلق،باب خمس من الدواب فواسق یقتلن فی الحرم، واللفظ لهٔ، بخاری،حدیث نمبر ۲۱۹۲، کتاب المساقاة، باب فضل سقی الماء ،مسلم حدیث نمبر ۵۹۸۹ ،وحدیث نمبر ۵۹۹۲، کتاب السلام، باب تحریم قتل الهرة)

ترجمہ: ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگئی، جس کو اس عورت نے باندھ کر رکھا ہوا تھا، اسے کھانے کو نہیں دیتی تھی، اور نہ اسے چھوڑتی تھی، تاکہ وہ زمین سے حشرات الارض (چوہے اور دوسرے جانور) کھالیتی (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُوُلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتُ اِمُرَأَةٌ فِیُ هِرَّةٍ سَجَنَتُهَا حَتّٰى مَاتَتُ فَدَخَلَتُ فِيُهَا النَّارَ لَا هِیَ أَطُعَمَتُهَا وَلَا سَقَتُهَا إِذُ حَبَسَتُهَا وَلَا هِیَ تَرَكَتُهَا تَأُكُلُ مِنُ خَشَاشِ الُأَرُضِ (بخاری، حدیث نمبر ۳۲۲۳، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا، جس کو اس عورت نے قید کر کے رکھ لیا تھا، یہاں تک کہ وہ بلی مرگئی، تو وہ عورت اس بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگئی، اس عورت نے اس بلی کو قید کرنے کے بعد نہ تو کھلایا، اور نہ پلایا، اور نہ اسے چھوڑا، تاکہ وہ زمین سے حشرات الارض (چوہے اور دوسرے جانور) کھالیتی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ "إِنَّ امُرَأَةً عُذِّبَتُ فِیُ هِرَّةٍ، أَمُسَكَتُهَا حَتّٰى مَاتَتُ مِنَ الُجُوعِ، لَمُ تَكُنُ تُطُعِمُهَا، وَلَمُ تُرُسِلُهَا فَتَأُكُلَ مِنُ حَشَرَاتِ الُأَرُضِ، وَغُفِرَ لِرَجُلٍ نَحّٰى غُصُنَ شَوُكٍ عَنِ الطَّرِيُقِ "(مسند احمد حدیث نمبر ۷۸۴۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا، جس کو اس

نے روک کے رکھا ہوا تھا، یہاں تک وہ بھوک سے مرگئی، وہ عورت اس کو کھانا نہیں کھلاتی تھی، اور نہ چھوڑتی تھی تاکہ وہ حشرات الارض (چوہے اور دوسرے جانور) کھالیتی۔اور ایک آدمی کی مغفرت کردی گئی، جس نے راستے سے ایک کانٹے دار جھاڑی کو ہٹادیا تھا (ترجمہ ختم)

اورحضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلَاةَ الْكُسُوْفِ فَقَالَ دَنَتْ مِنِّيَ النَّارُ حَتّٰى قُلْتُ أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قَالَ مَا شَأْنُ هٰذِهِ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا (بخاری،حدیث نمبر ۲۱۹۱، کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء)

ترجمہ: نبی ﷺ نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا کہ جہنم میرے قریب ہوگئی، یہاں تک کہ میں نے (دل میں) کہا کہ اے میرے رب میں ان (صحابۂ کرام) کے ساتھ ہوں (اور میری موجودگی میں آپ لوگوں کو دنیا کے عذاب میں مبتلا نہیں فرمائیں گے) پس میں نے جہنم میں ایک عورت کو دیکھا، راوی کے بقول آپ نے یہ فرمایا کہ بلی اس عورت کو نوچ رہی ہے، نبی ﷺ نے معلوم کیا کہ اس عورت کا یہ حال کیوں ہے؟ تو فرشتوں نے بتلایا کہ اس عورت نے اس بلی کو قید کر کے رکھا ہوا تھا، یہاں تک کہ وہ بھوکی مرگئی (ترجمہ ختم)

جب بلی جیسے عام جانور کو بھوکا پیاسا رکھ کر ماردینے کا یہ وبال ہے، کہ اس کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا جاتا اور اس جانور کے ذریعے سے ہی عذاب دلوایا جاتا ہے، تو جو جانور انسان کی خدمت کرتے ہیں، اور مختلف طریقوں سے کام آتے ہیں، ان کے بھوکا پیاسا رکھنے پر عذاب کیونکر نہ ہوگا۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

نفس کی نعمت، اور اس کی اصلاح کی ضرورت (قسط۲)

یہ خطاب حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدظلہم نے مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، فیکٹری کواٹرز، مغل آباد، راولپنڈی میں یکم ذی الحجہ ۱۴۳۰، بمطابق ۱۹/ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بعد نمازِ مغرب علماء وطلباء کے مجمع سے فرمایا، اس کو مولانا ناصر صاحب زید مجدہ' نے محفوظ اور نقل فرمایا، اب حضرت مدیر صاحب کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

سب سے بڑا مجاہدہ، بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک

حضرت حوا کا نام آیا ہے، تو اس پر عرض کروں کہ ہمارے حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدہٗ یہ فرماتے تھے کہ عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، حسنِ سلوک سے اُس کے ساتھ رہنا، یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے۔

میں اپنا واقعہ بیان کررہا ہوں کہ میں اپنی بیوی کو صحن میں کھڑا ہوا ڈانٹ رہا تھا، اور حضرت برابر کے کمرے میں تشریف فرما تھے، جب میں بعد میں حضرت کی خدمت میں گیا تو حضرت نے مجھ سے ایک دَم تو بات نہیں کی، ادھر اُدھر کی بات ہوتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ:

بھائی تنویر احمد خان! ......میں نے کہا کہ جی حضرت! ......فرمایا کہ کیا تم ہی ابھی زور زور سے بول رہے تھے؟ ......میں نے کہا کہ جی حضرت، بول رہا تھا......فرمایا کہ کیا ہوا تھا؟ ......میں نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو ڈانٹ رہا تھا......فرمایا کہ اچھا! تو تم اپنی بیوی کو ڈانٹتے ہو......میں نے کہا کہ حضرت ہم راجپوت آدمی ہیں، ہم تو دو چار لگا بھی دیتے ہیں، ڈانٹنا کون سی بڑی بات ہے؟ ......حضرت نے فرمایا کہ، اوہو! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بھائی تنویر احمد خان! یہ کام تو نہیں چلے گا......میں نے کہا کہ حضرت راجپوتوں میں بڑا مسئلہ ہے، اگر عورت کی ہم باتیں سُن لیں، تو زَن مرید اور نہ جانے کیا کیا ہمیں خطاب ملتا ہے، ہماری برادری والے ہمیں ایسے نہیں چھوڑتے، راجپوتوں میں یہ بڑا مسئلہ ہے......فرمایا کہ دیکھو بھائی! راجپوتی واجپوتی کی بات میں نہیں جانتا، میں بھی پٹھان ہوں، لیکن یہ سب باتیں تمہیں چھوڑنی پڑیں گی۔

میں نے کہا کہ حضرت! اس کی وجہ کیا ہے؟ ......فرمایا کہ بندہ بزرگ ہی تب بنتا ہے، جب عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، مجھے یہ بتاؤ کہ کون سا ایسا ولی گزرا ہے جو عورت کے ساتھ حسنِ سلوک نہیں کرتا تھا؟

اب میں بڑا پریشان۔

صحابی کا اپنی بیوی کے ساتھ طرزِ عمل

حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ:

بھائی بزرگی مکمل ہی تب ہوتی ہے، سب سے زیادہ سخت مزاج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، لیکن بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے تھے۔

میں نے حضرت کی طرف دیکھا تو دوبارہ فرمایا کہ:

ہاں! رات کو بیوی سے اجازت لیتے تھے کہ دیکھو! میرا تمہارے ساتھ رات گزارنا تمہارا حق ہے، اب مجھے رعایا (PUBLIC) کا خیال ہوتا ہے، اُن کی ذمہ داری میرے کاندھوں پر ہے، تو اگر تم اجازت دو، تو میں مدینہ منورہ کے محلے میں گشت لگالوں......تو بیوی کہتیں کہ ہاں یہ ہے، اور وہ ہے، کیا گشت لگاتے ہیں۔......حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ عمر کا حال اللہ بہتر جانتا ہے، تم مجھے اجازت دیدو، تو اجازت لے کر جاتے تھے۔

ایک اور صحابی تھے، وہ اپنی بیوی سے بڑے تنگ تھے، وہ اپنی بیوی سے کہتے تھے کہ دیکھو تم اگر ٹھیک نہیں ہوگی تو میں امیر المؤمنین سے جا کر تمہاری شکایت کروں گا۔

اب عورت کہاں خاموش ہوتی ہے، اُس نے کہا کہ ہاں جاؤ، ستر دفعہ جاؤ، شکایت کرو، مجھے کیا پرواہ ہے۔

ایک دن اُن صحابی نے کہا کہ تم باز نہیں آ ؤ گی، اس لیے میں امیر المؤمنین کے پاس جارہا ہوں، تو اُن کی بیوی نے کہا کہ ہاں جاؤ جاؤ، اور وہ صحابی امیر المؤمنین کے پاس چلے گئے۔

امیر المؤمنین کے گھر کے قریب پہنچے، تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے، اور بیوی اندر تھی اور حضرت عمر کے ساتھ سخت چُست باتیں کررہی تھی۔

اب جو صحابی شکایت لے کر آئے تھے، انہوں نے دیکھا کہ میں کہاں آ گیا، جو شکایت لے کر آیا، یہاں بھی وہی مسئلہ نظر آیا، وہ صحابی بے چارے شرمندہ ہو کر چل پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُن صحابی کو جاتے ہوئے دیکھا تو بیوی سے کہا کہ تمہاری جتنی باتیں باقی ہیں، میں آ کر سُنتا ہوں، ایک کوئی ضرورت مند آیا تھا، اُس سے میں پوچھ لوں کہ کیا بات تھی؟ پھر میں تمہاری باتیں آ کر سنتا ہوں۔

باہر نکلے، اور اُن صحابی سے کہا کہ بھائی! ٹھہرو، کس کام سے آئے تھے؟

انہوں نے جواب دیا کہ...... حضرت آیا تو تھا کسی کام سے، لیکن میں جس کام کے لیے آیا تھا، اُس میں تو آپ میرے سے زیادہ مصیبت میں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اچھا! تو تم اپنی بیوی کی شکایت لے کر آئے تھے۔......

عرض کیا کہ جی!...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا تم مجھے ایک بات بتاؤ...... عرض کیا کہ جی فرمایئے؟...... فرمایا تمہاری اولاد کو دودھ پلانا تمہاری بیوی کے ذمے ہے؟...... عرض کیا کہ نہیں...... فرمایا کہ اُس کا پیشاب، پائخانہ صاف کرنا اُس کے ذمے ہے؟...... عرض کیا کہ نہیں...... فرمایا کہ تمہارے گھر میں جھاڑو دینا اُس کے ذمے ہے؟...... عرض کیا کہ نہیں...... فرمایا کہ تمہاری روٹی پکانا اُس کے ذمے ہے؟...... عرض کیا کہ نہیں ہے...... فرمایا کہ تمہارے گھر کی چوکیداری کرنا، تمہارے کپڑے دھونا اُس کے ذمے ہے؟...... عرض کیا کہ نہیں۔

فرمایا کہ کتنی چیزیں ہیں جو اُس کے ذمے نہیں ہیں، اور وہ پھر بھی کرتی ہے، اور ان سب کے بدلے میں تم سے کیا مانگتی ہے؟ صرف یہی کہ جب میں باتیں سُناؤں تو سُن تو لو! تو تم ایک کام نہیں کر سکتے؟

اس کے بعد میرے حضرت مسیح الامت مجھ سے فرمانے لگے کہ:

یہ تو حضرت عمر کا حال تھا، تم اُن سے بڑھ کر نہیں ہو، وہ تو بہت سخت مزاج تھے...... میں نے عرض کیا کہ حضرت! بہت اچھا۔

اگلے سال حضرت میرے یہاں آئے، ویسے ہی مجھ سے بات چیت کرتے کرتے فرمایا کہ:

بھائی تنویر احمد!...... میں نے کہا کہ جی...... فرمایا کہ وہ تمہارا اپنی بیوی کو ڈانٹنے وانٹنے کا معاملہ تھا، کیا حال ہے؟...... میں نے کہا: ویسا ہی حال ہے، تھوڑا سا فرق آ گیا ہے...... کہنے لگے

﴿بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علم کے مینار مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۳۳)

(سوانح حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم)

علمی مزاج اور تحقیقی ذوق

گذشتہ کئی سالوں سے حضرت جی کی زیادہ تر مشغولیات علمی و فقہی تحقیقات، تصنیف و تالیف اور ایک خاص دائرے میں وعظ و ارشاد [1] تک محدود رہتی ہیں۔

آپ اس سلسلہ میں بہت زیادہ محنت و مجاہدہ فرماتے ہیں، سالہا سال سے آپ کی یہ حالت ہم خدام کے سامنے ہے کہ حوائج طبعیہ و شرعیہ کے لئے مختصر اوقات نکال کر اور درپیش ضروری امور نمٹا کر پورا پورا دن مختلف علمی و فقہی مسائل پر غور و فکر، مراجعت و تحقیق، حسب ضرورت مختلف اہلِ علم اور اپنے متعلقین سے مذاکرہ و مکالمہ میں گزرتا ہے اور رات گئے دیر تک زیرِ تحقیق یا زیرِ تالیف علمی مواد کی ترتیب، تنقیح، تسوید و تبییض میں مشغول رہتے ہیں۔

تصنیف و تالیف کے عمل میں حضرت جی دامت برکاتہم ممکنہ حد تک بھرپور تحقیق فرماتے ہیں جس سے زیادہ بائد و شائد ہی ہوسکتی ہو، آپ کی قریب قریب ہر تالیف میں اس کی جھلک نظر آتی ہے، جن جن شرعی احکام اور دینی موضوعات پر آپ نے کام کیا ہے، وہ سب مباحث و احکام نکھر کر اور منقح ہو کر سامنے آگئے ہیں،

---

[1] وعظ و ارشاد کے درج ذیل سلسلے گذشتہ تمام عرصہ میں آپ کی ذات والا صفات سے منسلک رہے ہیں (۱) مسجد امیر معاویہ میں قبل از جمعہ آدھا گھنٹہ سے پون گھنٹہ کے درمیان وعظ و بیان اور بعد از جمعہ ڈیڑھ، دو گھنٹہ پر مشتمل، شرعی مسائل کے جوابات اور ان جواب کے ضمن میں بہت سے علمی نکات، نصائح، اصلاحی باتیں اور معاشرتی خرابیوں کا تجزیہ وغیرہ (۲) رمضان المبارک میں تراویح کے بعد آدھا گھنٹہ یا اس کے لگ بھگ بیان جس میں زیادہ تر مختلف آیات کے ضمن میں روزہ، تراویح، نماز وغیرہ عبادات کے متعلقہ مسائل اور فضائل اور منکرات کی اصلاح پر بات ہوتی ہے۔ اس بیان کے بعد مخصوص حضرات و متوسلین کے لئے شرعی مسائل اور اصلاحی امور کی نشست بھی کچھ دیر ہوتی ہے۔ جمعہ اور رمضان کے یہ دونوں معمولات گذشتہ ۱۹ سال سے (یعنی مسجد امیر معاویہ سے وابستگی کے آغاز سے ابھی تک) جاری ہیں (۳) رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں شہر کی مختلف مساجد میں ختم قرآن کے موقعہ پر وعظ اور مسائل کی مجالس، جو کہ آج کل بہت کم ہیں (۴) اتوار کو بعد عصر ادارہ میں بزرگانِ دین (خصوصاً حضرت حکیم الامت) کے مواعظ و ملفوظات کتاب سے سنانے کی ہفتہ وار مجلس (۵) چند سال پہلے تک راولپنڈی میں اور بعض دوسرے شہروں میں مختلف اداروں اور مساجد و مدارس کی دعوت پر جلسہ میں وعظ و بیان یا جلسہ کے علاوہ خصوصی طور پر آپ کے بیانات یا درس قرآن کی مجالس۔ تصنیف تالیف کے مشاغل بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ موقوف ہوتا چلا گیا اور اب بہت محدود ہے۔

دین ''حنیفیة البیضاء'' کے پورے دن کی روشنی ان پر پڑ رہی ہے (بمصداق لیلها کنهارها)

تصنیف وتالیف اور تحقیق وتنقیح کے اس عمل میں ادارہ میں موجود ومیسر کتب کا وسیع ذخیرہ وخزانہ عامرہ، کمپیوٹر، متعدد اکابر واہلِ علم سے مکاتبت ومخاطبت اور مجالست، احبابِ ادارہ سے مجالست ومشاورت، زیادہ الجھے ہوئے، پیچیدہ مسائل وموضوعات پر کئی کئی دنوں بلکہ ہفتوں پر محیط بحث ونظر، غور وفکر، یہ سب مرحلے اشاعت وحفاظتِ دین کے اس مقدس مشن میں یہاں سَر ہوتے ہیں۔

راقم جو اِن سب چیزوں کا چشم دید گواہ ہے اور گذشتہ ۱۳ سال (بلکہ پانچ سالہ طالب علمی کا عرصہ بھی ملا کر ۱۸ سال) سے حضرت جی کی جوتیوں سے وابستہ اور اس تمام عمل میں بعض چھوٹی موٹی علمی خدمات کی سعادت سے بہرہ مند ہے، نہیں سمجھتا کہ کے ٹو (K2) وماؤنٹ ایورسٹ (Mount Everest) اور کوہ ہندوکش و ہمالیہ کی دوسری چھوٹی، بڑی چوٹیاں سرکرنے والے مہم جُو، دشت وجبل کی خاک چھان کر اور بادیہ پیمائی کر کے اس سے کوئی بڑی مہم سر کرتے ہیں، جو دین محمدی اور شریعت غراء کے گیسوئے برہم کو سنوارنے کے لئے یہاں سَر کی جاتی ہے۔ ؎

مصلحت دردیدِ من آنست کہ یاراں ہمہ کار بگزارند وخم طرہ یارے گیرند

خوراک وآرام

خوراک اور آرام کا معمول آپ کا مختصر اور سادہ ہونے کے ساتھ لطیف اور نفیس ہے۔[۱]

تصنیف وتالیف اور وعظ وارشاد کے یہ مستقل ہمہ وقتی معمولات (جن کا اوپر ذکر ہوا) غیر معمولی دماغی کاوشوں سے پورے ہوتے ہیں، ان اعمالِ خیر کا وقوع جس دماغ سوزی اور جگر کاوی سے عمل میں آتا ہے اس سے صحت پر غیر معمولی اثر پڑا کرتا ہے، اس لئے دودھ ومغزیات کا استعمال ہلکے پھلکے درجے میں رہتا ہے، اور ہلکی پھلکی ورزش کا بھی معمول ہے، بعض خدامِ ادارہ کی طرف سے سر اور ہاتھ پاؤں کی مالش کا بھی معمول ہے، جو آپ کے مزاج کو بہت موافق ہے۔

رات کا بڑا حصہ مطالعہ وتحقیق، دن بھر کے کئے ہوئے علمی کام کی مراجعت، تسوید وترتیب کی نذر ہوجاتا ہے، قبل ازظہر کچھ قیلولہ کا معمول ہے، لیکن کئی دفعہ اس کا بھی موقعہ نہیں ملتا۔ (جاری ہے.........)

[۱] توے پر پکی ہلکی پھلکی ایک چپاتی سے ڈیڑھ چپاتی تک بالعموم آپ کی غذا رہتی ہے۔ سالن میں مرچ مسالہ بہت ہلکا ہوتا ہے، کالی مرچ میں پکے ہوئے کھانے کو پسند فرماتے اور ترجیح دیتے ہیں۔ پھلوں میں آم، تازہ امرود، سنگھاڑے اور شکرقندی مرغوب خاطر ہیں، کبھی کبھی پان بھی استعمال فرماتے ہیں۔

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط۱۴)

(ضربِ کلیم سے انتخاب)

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا ۱؎		شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری	

۱؎ مسلمان نوجوان کا سرمایہ اور جمع پونجی قلب ونظر کی عفت و پاکدامنی اور کردار کی عظمت و بلندی ہے۔ یہ اعلیٰ انسانی اوصاف دین اسلام کی تعلیمات اوران تعلیمات کی روشنی میں پروان چڑھنے والے مسلمان معاشرے سے مسلمان فرد میں، مردِمومن میں منتقل ہوتے ہیں، ان صفات کے حامل نوجوان اسلام کی سربلندی اورامت مسلمہ کے عروج واقبال اور عظمت وسطوت کے علمبردار بھی ہوتے ہیں اور پاسبان و پاسدار بھی ہوتے ہیں، اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر پروان چڑھنے ولاا پہلا مسلمان معاشرہ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاشرہ تھا جس نے براہ راست بارگاہ رسالت سے کسبِ فیض کیا تھا اور نبوت کی روشنی نے ان کی روح کی گہرائیوں میں نفوذ کر کے ان کے قلب ونظر اور ظاہر و باطن کو مستنیر کیا تھا، اس معاشرہ، اس قدوسی جماعت نے پہلے نبی کی قیادت میں اور نبی کے بعد خلفاء راشدین کی قیادت میں دنیا میں اسلام کو سربلند کیا اور امت مسلمہ کی عظمت کی دھاک بٹھائی۔ دوسرا طبقہ صحابہ کرام کے اس قدوسی معاشرے اور پاکیزہ ماحول میں پرورش پانے والے، پلنے والے، صحابہ کرام کی اولادوں کا اور صحابہ کے بعد اسلام میں فوج درفوج اور غول درغول داخل ہونیوالے قوموں اور قبیلوں کا تھا کہ اسلام کے رنگ میں رنگنے کے بعد ان کو اپنی خالص عربی قبائلی اور نسلی غیرت وشجاعت، ہمت و حوصلہ اور جرأت و بہادری کے جوہر آزمانے اور ہنر چمکانے کا صحیح رخ مل گیا تھا اور وسیع میدان ہاتھ آ گیا تھا، اس سے پہلے تو یہ اعلیٰ انسانی جوہر وہ لذتِ درندگی، ظلم وعدوان اور قبائلی جنگ وجدل اور عصبیت کے نذر کرتے تھے، اب یہی جوہر وہ دنیا میں اللہ کی عظمت و الوہیت کا ڈنکا بجانے، اسلام کا سکہ بٹھانے، امت مسلمہ کی عظمت کا لوہا منوانے، شر وکفر کے تسلط کو مٹانے، قیصر وکسریٰ اور دوسری چھوٹی بڑی طاغوتی طاقتوں کے جبر واستبداد، فرعونیت وقہرمانیت کے طلسم کو پاش پاش کرنے کے لئے برتنے، کام میں لانے اور برسرِ میدان آزمانے لگے۔ سوانہوں نے آزمائے اور خوب آزمائے کہ حرا سے نکلنے والی روشنی کو، کوہِ فاراں کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہونے والے آفتابِ ہدایت کو پہلے جزیرہ عرب کے طول وعرض میں جگمگایا، اور پھر اس نور کی کرنیں، مشرق ومغرب کے ظلمت کدوں میں پھیلا دیں۔ ؎

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں　　　کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

پھر اس کے بعد بھی نسل درنسل صدہا سال تک ان مذکورہ صفات کے حامل مسلم نوجواں کا یہی وطیرہ اور طرز وطریقہ رہا وہ جس میدان میں اترتا اسلام کی عظمت کے پھریرے لہراتا اور امت کے غلبے کے جھنڈے گاڑتا رہا۔

پوری اسلامی تاریخ مسلم نوجوان کی عظمت وشجاعت اور غیرت وحمیت کی ان داستانوں سے لبریز ہے، صحابہ کے بعد ہمیں تاریخ کے مختلف مرحلوں میں محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، عبدالرحمان الداخل، صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی، محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، جلال الدین خوارزم شاہ، ظہیرالدین بابر، شیرشاہ سوری، اورنگزیب عالمگیر، سلطان محمد فاتح، بایزید یلدرم، الپ ارسلان سلجوقی، یوسف بن تاشفین، سلطان ٹیپو، سیداحمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، حاجی امداداللہ، قاسم نانوتوی، رشیداحمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید، جیسے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر		اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری!

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اصحاب عزیمت ہستیوں اور لشکروں کے قائدین کے نام ملتے ہیں جنہوں نے تاریخ کے بہتے دھارے بدلے اور کفر و باطل کے طوفانوں کا رخ موڑا۔ان میں سے ہر ایک اسلام کا سپوت، اسلامی غیرت وشجاعت کا پیکر، شیر دل مجاہد تھا، اور ہر ایک کے ساتھ سینکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں شیر دل مسلم نو جوانوں کا لشکر ہوتا تھا، ان ناموران اسلام، مسلم فاتحین نے اپنے شیر دل مسلمان نو جوانوں کی معیت و معاونت سے بدر وحنین والے رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا دنیا کے طول وعرض میں ڈنکا پٹوایا اور زمین کے اطراف واکناف تک اسلامی سلطنتوں اور مسلمان مملکتوں کے حدود کو وسعت دی، اس طرح لیکون الدین للہ اور لیظھرہٗ علی الدین کلہ کے خدائی مقاصد پورے ہوئے۔

بحمداللہ امت مسلمہ کی کوکھ آج بھی بانجھ نہیں ہوئی، اسلامی معاشرے کی گود میں کوئی نہ کوئی سپوت اس گئے گزرے دور میں بھی پل کے اٹھتا ہی ہے۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا

آج انہی مٹھی بھر سپوتوں کی قربانیوں اور جانفشانیوں سے اسلام کی غیرت وحمیت، اور عظمت وشجاعت کی تاریخ کا تسلسل قائم ہے۔ ؎

کانٹوں میں جو کھیلتا ہے، شعلوں میں جو پلتا ہے وہ پھول ہی گلشن کی تاریخ بدلتا ہے

فلسطین میں، افغانستان میں، عراق میں، سرزمین شیشان میں، طاغوت کے شتر بے مہار کو انہوں نے ہی نکیل ڈالی ہوئی ہے، اور سامراج کے خون آشام درندوں کے دانت یہی کھٹے کر رہے ہیں جن کے منہ کو مسلمانوں کا خون لگ گیا ہے، جو دنیا کے چپے چپے پر مظلوم مسلمانوں کے خون سے اپنی لذتِ درندگی کی پیاس بجھا رہے ہیں، یہ امت کی کیسی حرماں نصیبی ہے جو کام پچاس سے زیادہ مسلمان حکومتوں کے کرنے کا تھا اور اسلامی ملکوں کی فوجوں کے کرنے کا تھا (عالم اسلام کی فوجوں کی مجموعی تعداد نیٹو اتحاد کی فوجوں سے کم تو نہ ہوگی) وہ کام نہتے مجاہدین اپنے جذبہ ایمانی اور خدائی مدد ونصرت کے بل بوتے پر کر رہے ہیں۔الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق کفریہ طاقتیں اغراض، ترجیحات اور نظریات کے لاکھ اختلاف کے باوجود عالم اسلام کے خلاف اکٹھے ہو کر، گٹھ جوڑ کر کے نیٹو اتحاد کے نام پر تیس تیس ملکوں کی فوجی طاقت کے اشتراک سے یلغار کریں نہتے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہائیں، اور کبھی اس مسلمان ملک اور کبھی اُس مسلمان ملک کی اینٹ سے اینٹ بجائیں تو یہ عالمی مفادات کی حفاظت کہلاتی ہے۔اس کے برخلاف کوئی دو مسلمان ملک بھی عالم کفر سے اپنی مدافعت کے لئے عسکری یا سیاسی میدان میں کوئی مشترکہ حکمت عملی اپنائیں کوئی متحدہ پلان بنائیں تو پورے مغرب پر، سارے عالم کفر پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، ان کو اسلام فوبیا ہو جاتا ہے، میڈیا کی توپیں پروپیگنڈہ مہم کے تحت زہر اُگلنا شروع کر دیتی ہیں اور اسلامی بنیاد پرستی کے شوشے چھوڑ کر ساری دنیا میں ایک آگ لگا دی جاتی ہے، UN کے ہنگامی اجلاس شروع ہو جاتے ہیں، اقتصادی پابندیوں اور اجتماعی بائیکاٹ کی دھمکیاں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ایسے موقعوں پر عموماً پورا عالم اسلام باوجود اپنی حکومت خود اختیاری کے، اپنی عسکری اور فوجی قوت کے اور اپنے وسیع اقتصادی ذخائر کے محض خاموش تماشائی بن کر اور عالم کفر کا تابع مہمل ہو کر ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے طفیلی کا کردار ادا کرتا ہے۔کیا عالم اسلام کے لئے نیٹو کی طرز کا کوئی عسکری بلاک بنانا شجر ممنوعہ ہے یا جی ایٹ طرز کا کوئی موثر اقتصادی بلاک بنانا جرم ہے، یا سامراجی لونڈی UN کے مقابلے میں کوئی متحدہ اسلامی فورم بنانا گناہ ہے؟ سابق دور میں عراق کے ایک دل جلے وزیر نے، UN کے بارے میں ریمارکس دیئے تھے کہ یہ ایک بین الاقوامی سیاسی چکلہ ہے جہاں مسلم امہ کی عصمت دری کے فیصلے ہوتے ہیں۔لیکن جب اسلامی دنیا کی مجموعی حالت یہ ہو کہ مسلمان حکومتوں کا سامراجی طاقتوں کی غنڈہ گردی اور استحصال پر ان سے برابری کی سطح پر بات کرنے اور آنکھ میں آنکھ ڈال کر ان کو متنبہ کرنے کے بجائے یہ حکومتیں اپنے ذاتی مفادات محفوظ ہونے اور اپنے اقتدار کو طول ملنے کی ضمانت پر طاغوتی طاقتوں کی ہمہ جہتی غلامی کا دم بھرتے ہوں اور ان کی خوشنودی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز		کہ نیستان کے لئے بس ہے ایک چنگاری!
خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سلطانی		کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری!

(جاری ہے............)

﴿ گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حاصل ہونے کو اقتدار کا بڑا ہدف اور بڑا مقصد سمجھتے ہوں اور کارِ حکمرانی سرانجام دینے کے لئے ہر ہر موڑ پر ان کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے ہوں اور اگر عوامی سطح پر کسی اسلامی ملک میں اسلامی بیداری کے آثار ظاہر ہو جائیں تو طاغوت کے کہنے پر مسلمان ملکوں کی پوری ریاستی مشینری اور فوجی طاقت اس کو کچلنے کے لئے فوراً حرکت میں آ جاتی ہو، تو پھر متحدہ عالمی اسلامی بلاک اور مسلم امہ کی اسلامی بنیادوں پر عسکری، سیاسی، واقتصادی پاور جیسی خوش فہمیوں کے صرف خواب ہی دیکھے جاسکتے ہیں، مسلمان معاشروں کے روشن خیال وجدت پسند اور مغرب پرست طبقے جن کی عالم اسلام میں وہی پوزیشن اور وہی کردار ہے جو مدینۃ الرسول میں دورِ رسالت میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے پورے منافق ٹولے کا تھا، مسلمان ملکوں میں یہ طبقے سامراجی قوتوں اور انکے زرخرید مسلمان حکمرانوں کے ٹاؤٹ و ایجنٹ اور شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہوتے ہیں اور ان کے اُن پردہ نشین، مسند نشین مربیوں اور سرپرستوں کا اگر صرف ریح بھی خارج ہو تو یہ ان کی خوشنودی کے لئے ان سے آگے بڑھ کر بکنے کے لئے اور موتنے کے لئے تیار رہتے ہیں وہ اگر دن کو رات کہہ دیں تو یہ ڈھنڈورچی ڈھنڈورا پیٹ مرتے ہیں کہ ستارے بھی چمک رہے ہیں، ان سامراجیوں کی دہشت گردی اور غنڈہ گردی کو آگے جذبہ جہاد سے سرشار اور غیرت اسلامی کے پتلے مسلم نوجوان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں جو طاغوتی لومڑی کے طبع نازک پر گراں گزرنے اور وہ ''انگور کھٹے ہیں'' کے مصداق انتہا پسندی و دہشت گردی کے راگ الاپنا شروع کر دے تو جدت پسند و روشن خیال منافقینِ عالمِ اسلام کی شکل میں یہ طاغوتی مہرے اور سامراج کے ہراول دستے پوری طرح حرکت میں آ جاتے ہیں اور عامۃ المسلمین کو پھانسنے، سرفروشانِ اسلام کی شکل میں عالم اسلام کی دفاعی لائن کو کاٹنے، عوام کو اپنے ان محسنوں سے بدظن کر کے، سبز باغ دکھانے میں جُت جاتے ہیں، ان کے سیمینار، ٹی وی ٹاک شو، مذاکرے، مباحثے، مکالمے سب اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں نیز لٹریچر اور کتب بھی غامدی اور اس کے چیلوں اور دوسرے اس کے ہم فکر لوگوں کی کود پھلانگ اور ریسرچ پاکستان کی حد تک اس کا بڑا نمونہ ہے۔ آج مسلمانوں کا مسئلہ یہ نہیں کہ کوئی صلاح الدین ایوبی، کوئی غزنوی اور کوئی غوری پیدا نہیں ہو رہا، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان معاشرے نے بھی مجموعی طور پر کفار کے نظام تعلیم کو، ان کے کلچر وثقافت کو، ان کی عادات واطوار اور نظام زندگی کو اپنایا ہوا ہے اور مسلمان حکومتوں نے طاغوت پرستی اور عالم کفر کی غلامی کو اپنے لئے مقام محمود اور قبلۂ حاجات بنا رکھا ہے اور کفر یہ میڈیا کی نقالی میں مسلمان ملکوں کا میڈیا بھی (خواہ الیکٹرانک ہو یا پرنٹ) طاغوتی طاقتوں اور عالم کفر کے لئے ڈھنڈورچی اور دلّال کا کردار ادا کر رہا ہے، تو مسلمان معاشرے کی یہ مجموعی بے حسی اور دینی اقدار سے بیگانگی، مسلمان حکومتوں کی کفر نوازی اور میڈیا کی پروپیگنڈہ و دجل مہم نہ اسلامی بیداری کی کوششوں کو پروان چڑھنے دیتی ہے اور نہ کسی ایوبی، غزنوی اور غوری کو پنپنے اور اپنا کردار ادا کرنے دیتی ہے بلکہ دقیانوسی، بنیاد پرستی، انتہا پسندی اور اب دہشت گردی کا بھی لیبل لگا کر اسے حیات اجتماعی کے دھاروں سے کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔۔لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، انشاءاللہ اونٹ نے پہاڑ کے نیچے آنا ہے، امت کی نشاۃ ثانیہ اور اسلام کے عروج کا آخری بڑا مرحلہ ابھی سر ہونا ہے، وقت کے فرعون، طاغوتی طاقتیں، سارا عالم کفر اور ان کے ہمنوا اسلامی دنیا کے لبرل ومنافق اور بدخائن طبقے مکر ودجل اور داؤ وفریب کے کتنے ہی حربے آزمالیں جو چیز اللہ کی طرف سے طے ہے، اللہ کے دین میں ثابت ہے یعنی مستقبل (مستقبل قریب) میں اسلام کو عروج و سربلندی ملنا اور طاغوت کا منہ کالا اور کفریہ ازموں ونظاموں کے جھنڈوں کا سرنگوں ہونا، وہ ہو کے رہے گا۔ **ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔**

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کی جبیں پر — مرقوم ترا نام ہے کچھ ہو کے رہے گا

پیارے بچو! مفتی محمد رضوان

پیسوں کا لالچ اور شیطانی خواب

پیارے بچو! تمہیں پتہ ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے تو اسے سوتے ہوئے مختلف قسم کے خواب نظر آتے ہیں، اور بہت سے خواب شیطانی بھی ہوتے ہیں یعنی کچھ خوابوں میں شیطان آ کر انسان کو پریشان کرتا ہے۔ اور بعض اوقات آپس میں لڑائی جھگڑا بھی کرا دیتا ہے۔

اسی طرح شیطان کے خواب میں آنے، پریشان کرنے اور جھگڑا کرانے کا ایک واقعہ تمہیں سناتا ہوں۔

ایک میاں بیوی گھر میں رہتے تھے، اور دونوں کوئی مالدار تو زیادہ نہیں تھے، دال روٹی سے گزر بسر کرتے تھے، لیکن دونوں میاں بیوی کو روپیوں پیسوں کا بہت لالچ تھا، میاں تو کچھ زیادہ ہی لالچی تھا، اور ہر وقت روپے پیسوں کی فکر میں لگا رہتا تھا، کہ کہیں سے کسی طرح مال دولت اور بہت سارو پیہ پیسہ جمع ہو۔

اسی فکر میں رات کو بستر پر بھی دیر تک سوچتا رہتا، اور سوچتے سوچتے سو جاتا تھا۔

اور بڑوں کی یہ بات مشہور ہے کہ ''بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آیا کرتے ہیں'' کیونکہ بلی کو چھیچھڑوں کا بہت شوق ہوتا ہے، اس لئے اسے خواب میں بھی یہی نظر آیا کرتے ہیں، اس آدمی کا بھی یہی حال تھا، کہ اسے بھی روپے پیسوں کے خواب نظر آیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جب یہ آدمی سو گیا تو شیطان تو پہلے سے اس آدمی کے پیسوں کے لالچی ہونے سے واقف تھا، اس لئے شیطان نے اس آدمی کو پیسوں کا لالچ دینے کا منصوبہ بنایا۔ اور شیطان اس آدمی کے خواب میں اس طرح سے آیا کہ اس نے بہت سارے روپیوں پیسوں کو ایک گٹھری بنا کر جمع کیا ہوا تھا اور راستہ کے کنارہ کھڑا ہو کر کسی کا انتظار کر رہا تھا، اتنے میں یہ خواب دیکھنے والا آدمی وہاں پہنچ جاتا ہے، شیطان اس سے کہتا ہے کہ یار ذرا یہ پیسوں کی گٹھری وزنی ہے؛ مجھ سے اُٹھتی نہیں ہے، آپ ذرا سہارا لگا کر اٹھوا دو، اور میرے سر پر رکھوا دو، جب یہ آدمی اس گٹھری کو اٹھواتا ہے تو اس میں بہت وزن ہوتا ہے اور اس کو وزن کی وجہ سے پیشاب کا تقاضا ہوتا ہے تو وہ شیطان سے کہتا ہے کہ مجھے زور سے پیشاب لگا ہوا ہے، ذرا میں پیشاب کر لوں، پھر اٹھواتا ہوں، وہ آدمی اتنے میں پیشاب کرتا ہے اور پھر شیطان کو وہ گٹھری اٹھوا دیتا ہے۔ لیکن جب صبح ہوتی ہے تو اس آدمی کا بستر پیشاب سے بھیگا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی بیوی صبح اٹھ کر اپنے شوہر پر ناراض

ہوتی ہے اور غصہ کرتی ہے کہ تمہیں شرم نہیں آتی اتنے بڑے ہو کر بھی بستر پر پیشاب کرتے ہو، شوہر عذر معذرت کرتا ہے کہ سوتے ہوئے پیشاب نکل گیا اور مجھے پتہ نہیں چلا۔ پھر دوسری رات کو یہ آدمی سوتا ہے تو پھر وہی خواب نظر آتا ہے اور اسی طرح پیشاب کا تقاضا ہوتا ہے اور پھر بستر پر پیشاب نکل جاتا ہے، اور لگا تار کئی دنوں تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بالآخر بیوی تنگ آجاتی ہے اور وہ اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ آخر وجہ کیا ہے کہ تم روزانہ بستر پر پیشاب کرتے ہو۔ جب شوہر بیوی کی لعن طعن سنتا ہے تو مجبور ہو کر اپنے روزانہ کے خواب کا منظر سناتا ہے۔ خواب سُن کر بیوی کہتی ہے کہ پیشاب کی تو خیر ہے لیکن تم روزانہ اس دوسرے آدمی کو روپیوں، پیسوں کی گٹھری اٹھوا آتے ہو، اس کے پاس تو کافی پیسے جمع ہو گئے ہوں گے، ایک دن آپ بھی اپنے ساتھ یہ گٹھری لے آؤ، اس سے ہم امیر ہو جائیں گے اور ہماری مدت کی خواہش پوری ہو جائے گی، شوہر اپنی بیوی سے وعدہ کر لیتا ہے، اور رات کو خود گٹھری ساتھ لانے کا ارادہ کر کے سو جاتا ہے، اس رات پھر خواب میں وہی روزانہ والا منظر نظر آتا ہے، اب کی مرتبہ یہ آدمی اس دوسرے آدمی سے کہتا ہے کہ دیکھو بھائی اتنے دنوں سے میں آپ کو گٹھری اٹھوا رہا ہوں، آج اس کے صلہ اور بدلہ میں آپ یہ گٹھری میرے سر پر اٹھوا دو، تاکہ میں اپنے گھر لے جاؤں، وہ دوسرا آدمی اس پر تیار ہو جاتا ہے، اور جب اس کے سر پر گٹھری رکھواتا ہے تو گٹھری کا وزن زیادہ ہونے سے اس کو پاخانہ کا تقاضا ہو جاتا ہے اور یہ پاخانہ کرنے کی مہلت مانگتا ہے اور پاخانہ کرتا ہے اور پھر اپنے سر پر گٹھری اٹھا کر خوشی خوشی اپنے گھر چلا جاتا ہے۔ صبح سویرے بیوی پیسوں کے آنے کی خوشی میں اٹھتی ہے تو اسے کمرے میں پاخانہ کی بدبو محسوس ہوتی ہے تو وہ شوہر کو اُٹھاتی ہے اور پیسوں کا معلوم کرتی ہے، شوہر پیسوں کے بارے میں بتلاتا ہے کہ آج رات میں پیسوں کی گٹھری اپنے ساتھ لے آیا ہوں، بیوی کہتی ہے کہ وہ گٹھری کہاں ہے؟ میاں بیوی گٹھری کو ادھر اُدھر ٹٹولتے ہیں تو شوہر کا بستر پاخانہ میں تر بتر ہوتا ہے جس سے بیوی کے ہاتھ بھی بھر جاتے ہیں، روپیہ پیسہ تو کچھ نہیں ملتا، اور پاخانہ کی وجہ سے میاں بیوی میں لڑائی ہو جاتی ہے اور بیوی اپنے شوہر کو مار کر بھگا دیتی ہے اور کہتی ہے کہ پاخانہ سے تو بہتر پیشاب ہی تھا، اس میں اتنی گندگی تو نہیں ہوتی اور اس طرح شیطان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی کہ لوگوں کو پریشان کرنا اور آپس میں لڑائی جھگڑا کرانا۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے تمہیں کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ شیطان کس طرح خواب میں آکر لوگوں کو پریشان کرتا ہے، اور آپس میں جھگڑے کراتا ہے اس لئے تم شیطانی خوابوں سے ہوشیار رہنا۔ اور تم ہرگز شیطان کے بہکاوے اور اس کے لالچ میں مت آنا۔ (ماخوذ: از ''پیارے بچو'')

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

دوسوکنوں کا تقویٰ

معزز خواتین! اس دفعہ کے شمارے میں دوسوکنوں کے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا ایک مثالی واقعہ بیان کیا جارہاہے جس سے مقصود یہ ہے کہ اس واقعہ سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے اور اپنے احباب ومتعلقین کے حقوق ادا کرنے میں اخلاص سے کام لینا چاہئے۔اور حقوق ادا کرتے وقت یہ ہرگز نہیں سوچنا چاہئے کہ اس نے میرا حق ادا نہیں کیا تو میں اس کا حق کیوں ادا کروں اس لئے کہ یہ سوچ غلط ہے بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ اس نے میرا حق ادا نہ کرکے دراصل اپنا فرض ضائع کیا ہے جس کی بازپُرس اس سے ہوگی۔ لیکن اس کے اس غلط طرزِ عمل کی وجہ سے میں اپنا فرض ضائع کرکے اللہ تعالیٰ کی مجرم کیوں بنوں؟ میں تو اس کا حق جو کہ میرا فرض ہے ضرور ادا کروں گی تاکہ میں قیامت کے دن کے مؤاخذہ سے بچ جاؤں۔

اب آپ واقعہ پڑھئے اور اپنی سوچ اور طرزِ عمل (کا جائزہ لے کر اس) کی اصلاح کرنے کا ارادہ پہلے ہی کرلیں کیونکہ نیکی کا سچا ارادہ کرلینا بھی اجروثواب اور برکت سے خالی نہیں۔

بغداد میں ایک بڑا سوداگر رہتا تھا۔ یہ بڑا ہی دیانت دار ہوشیار تھا۔ خدا نے اس کا کاروبار بھی خوب ہی چمکایا تھا۔ دور دور سے خریدار اس کے یہاں پہنچتے اور اپنی ضرورت کا سامان خریدتے۔اسی کے ساتھ ساتھ خدا نے اس کو گھریلو سکھ بھی دے رکھا تھا، اس کی بیوی نہایت خوبصورت، نیک، ہوشیار اور سلیقہ مند تھی، سوداگر بھی دل وجان سے اس کو چاہتا تھا اور بیوی بھی سوداگر پر جان چھڑکتی تھی اور نہایت عیش وسکون اور میل محبت کے ساتھ ان کی زندگی بسر ہورہی تھی۔

سوداگر کاروباری ضرورت سے کبھی کبھی باہر بھی جاتا اور کئی کئی دن گھر سے باہر سفر میں گزارتا۔ بیوی یہ سمجھ کر کہ یہ گھر سے غائب رہنا کاروباری ضرورت سے ہوتا ہے، مطمئن رہتی۔لیکن جب سوداگر جلدی جلدی سفر پر جانے لگا اور زیادہ زیادہ دنوں تک گھر سے غائب رہنے لگا تو بیوی کو شبہ ہوا اور اس نے سوچا ضرور کوئی راز ہے۔

Idara Ghufran

گھر میں ایک بوڑھی ملازمہ تھی۔ سوداگر کی بیوی کو اس پر بڑا بھروسہ تھا، اور اکثر باتوں میں وہ اس ملازمہ کو اپنا راز دار بنا لیتی۔ ایک دن اس نے بڑھیا سے اپنے شبہ کا اظہار کیا اور بتایا کہ مجھے بہت بے چینی ہے۔ بڑھیا بولی اے بی بی! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں؟ پریشان ہوں آپ کے دشمن۔ آپ نے اب کہا ہے، دیکھئے میں چٹکی بجانے میں سب راز معلوم کئے لیتی ہوں۔ اور بڑھیا ٹوہ میں لگ گئی۔ اب جو سوداگر گھر سے چلا تو یہ بھی پیچھے لگ گئی اور آخر کار اس نے پتہ لگا لیا کہ سوداگر صاحب نے دوسری شادی کر لی ہے اور یہ گھر سے غائب ہو کر اس نئی بیوی کے پاس عیش کرتے ہیں۔

بڑھیا یہ راز معلوم کر کے آئی اور بی بی کو سارا قصہ سنایا۔ سنتے ہی بی بی کی حالت غیر ہو گئی۔ سوکن کی جلن مشہور ہی ہے، لیکن جلد ہی اس بی بی نے اپنے کو سنبھال لیا، اور سوچا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو ہی چکا ہے، اب میں پریشان ہو کر اپنی زندگی کیوں اجیرن بناؤں۔ اور اس نے میاں پر قطعاً ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ اس راز سے واقف ہے، وہ ہمیشہ کی طرح سوداگر کی خدمت کرتی رہی، اور اپنے برتاؤ اور خلوص، محبت میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔

دوسری طرف شریف سوداگر نے بھی اپنی بیوی کے حقوق میں کوئی کمی نہ کی، اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آنے دی اور ہمیشہ کی طرح اسی خلوص و محبت سے بیوی کے ساتھ سلوک کرتا رہا۔ شوہر کے اس نیک برتاؤ نے بیوی کو سوچنے پر مجبور کر دیا، اور اس نے یہ طے کر لیا کہ وہ شوہر کے اس جائز حق میں ہرگز روڑا نہ بنے گی۔ اس نے سوچا کہ آخر میاں مجھ سے ظاہر کر کے بھی تو دوسرا نکاح کر سکتا تھا۔ میاں نے اس طرح چھپا کر یہ نکاح کیوں کیا؟ اس لئے کہ میرے دل کو تکلیف ہو گی۔ میں سوکن کے جلاپے کو برداشت نہ کر سکوں گی۔

کتنا پیارا ہے میرا شوہر اس نے میرے نازک جذبات کا کیسا خیال رکھا۔ پھر اس نے اس نئی دلہن کی محبت میں مست ہو کر میرا کوئی حق بھی تو نہیں مارا۔ اس کے سلوک اور محبت میں بھی تو کوئی فرق نہیں آیا۔ آخر مجھے کیا حق ہے کہ میں اس کو اس حق سے روکوں جو خدا نے اس کو دے رکھا ہے۔ مجھ سے زیادہ ناشکرا اور نالائق کون ہو گا۔ جو ایسے مہربان شوہر کے جائز جذبات کا لحاظ نہ کرے اور اس کے دل کو تکلیف پہنچائے۔ بیوی یہ سوچ کر بالکل ہی مطمئن ہو گئی۔

سوداگر اپنی بیوی کا خوش گوار سلوک اور محبت کا برتاؤ دیکھ کر یہی سمجھتا رہا کہ شاید خدا کی اس بندی کو یہ راز معلوم نہیں ہے، اور پوری احتیاط کرتا رہا کہ کسی طرح معلوم نہ ہونے پائے۔ اور دونوں ہنسی خوشی پیار و محبت کی زندگی گزارتے رہے۔ آخر کچھ سالوں کے بعد سوداگر کی زندگی کے دن پورے ہوئے اور اُس کا انتقال ہوگیا۔ سوداگر نے چونکہ دوسری شادی شہر سے دور بہت خاموشی سے کی تھی اس لئے اس کے رشتہ داروں میں سے کسی کو بھی یہ راز معلوم نہ تھا۔ سب یہی سمجھتے رہے کہ سوداگر کی بس یہی ایک بیوی تھی۔

چنانچہ جب ترکے کی تقسیم کا وقت آیا تو لوگوں نے یہی سمجھ کر ترکہ تقسیم کیا اور اس نیک بیوی کو اس کا حصہ دے دیا۔ سوداگر کی بیوی نے بھی حصہ لے لیا اور یہ پسند نہ کیا کہ اپنے فوت شدہ شوہر کے اس رز کو فاش کرے جو زندگی بھر اس نے لوگوں سے چھپایا لیکن اس نیک بی بی نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ وہ سوداگر کی دوسری بیوی کا حق مار بیٹھے۔ بے شک کسی کو یہ خبر نہ تھی اور نہ اس کی طرف سے کوئی دعویٰ کرنے والا تھا لیکن اس خدا کو تو سب کچھ معلوم تھا جس کے حضور ہر انسان کو کھڑے ہو کر اپنے اچھے بُرے اعمال کا جواب دینا ہے۔ سوداگر کی بیوہ یہ سوچ کر کانپ گئی اور اس نے یہ طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہوگا وہ اپنے حصے میں سے آدھی رقم ضرور اپنی سوکن بہن کو بھجوائے گی، اور اس نے ایک نہایت معتبر آدمی کو یہ ساری بات بتا کر اپنے حصے میں سے آدھی رقم اس کے حوالے کی اور اپنی سوکن کے پاس روانہ کیا، اور اس کے یہاں کہلوا بھیجا کہ افسوس آپ کے شوہر اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ مجھے ان کی جائیداد اور ترکے میں سے جو کچھ ملا ہے، اسلامی قانون کی رو سے آپ اس میں برابر کی شریک ہیں۔ میں اپنے حصے کی آدھی رقم آپ کو بھیج رہی ہوں، اُمید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گی۔

یہ پیغام اور رقم بھیج کر نیک بی بی بہت مطمئن تھی، اس کو ایک روحانی سکون تھا۔ کچھ دنوں میں وہ شخص واپس آ گیا اور اس نے وہ ساری رقم واپس لاکر سوداگر کی بیوی کو دے دی۔ سوداگر کی بیوہ فکر مند ہوئی اور وجہ پوچھی۔ قاصد نے جیب سے ایک خط نکالا اور کہا اس کو پڑھ لیجئے۔ اس میں سب کچھ لکھا ہے، آپ فکر مند نہ ہوں۔

سوکن کا سبق آموز خط

پیاری بہن! آپ کے خط سے یہ معلوم ہوکر بڑا رنج ہوا کہ آپ کے اچھے شوہر کا انتقال ہوگیا اور آپ ان کی سرپرستی سے محروم ہوگئیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کی بارش فرمائے۔ میں کس دل سے آپ کے خلوص وایثار کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے ان کے ترکے میں سے اپنے حصے کی آدھی رقم مجھے بھیجی۔ میں آپ کی اس نیک خوئی سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ سوداگر کے اس راز سے کوئی واقف نہ تھا۔ میرا نکاح بہت ہی پوشیدہ طریقے پر ہوا تھا، مجھے تو یقین تھا کہ آپ کو بھی اسکی خبر نہیں ہے۔ اور میں کیا، خود سوداگر مرحوم بھی یہی سمجھتے رہے کہ آپ کو اس دوسری شادی کی اطلاع نہیں ہے۔ اب آپ کے اس خط سے یہ راز کھلا کہ آپ ہمارے راز سے واقف تھیں۔ سوکن کی جلن طبعی بات ہے۔ آپ کو ضرور اس واقعے سے تکلیف پہنچی ہوگی۔ لیکن اللہ اکبر! آپ کا صبر وضبط! حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جس صبر وضبط سے کام لیا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ کبھی اشارے کنائے سے بھی تو آپ نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ آپ ہماری اس خفیہ شادی سے واقف ہیں۔ آپ کا یہ ایثار اور صبر وتحمل واقعی حیرت انگیز ہے، میں تو آپکے اس کمال سے انتہائی متاثر ہوں۔ دولت کس کو کاٹتی ہے۔ دولت کے لئے لوگ کیا کچھ نہیں کرتے لیکن آفرین ہے آپ کی ایمانداری پر، یہ جانتے ہوئے کہ میرا نکاح راز میں ہے، اور وہاں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو اس کی خبر ہو، اور جو میری طرف سے وکالت کرے، مگر آپ نے محض خدا کے خوف سے میرے حق کا خیال رکھا اور اپنے حصے میں سے آدھی رقم مجھے بھیج دی۔ خدا کے حاضر وناظر ہونے کا یقین ہو تو ایسا ہو اور خدا کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ ہو تو ایسا ہو۔

اچھی بہن! میں آپ کی اس دیانت، خلوص اور حق شناسی سے بہت متاثر ہوں، خدا آپ کو خوش رکھے اور دنیا وآخرت میں سرخرو فرمائے۔ لیکن بہن! میں اب اس حصے کی مستحق نہیں رہی ہوں، خدا آپ کا یہ حصہ آپ ہی کو مبارک کرے۔ یہ صحیح ہے کہ سوداگر مرحوم نے مجھ سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ میرے پاس آکر کئی کئی دن رہتے تھے۔ بے شک ہم نے بہت دنوں عیش ومسرت کی زندگی بسر کی لیکن ادھر کچھ دنوں سے یہ سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔ سوداگر مرحوم

نے مجھے طلاق دے دی تھی اس راز کی آپ کو خبر نہیں ہے۔اس لئے اب شرعاً میں اس حصہ کی حقدار نہیں رہی۔میں اس خط کے ذریعے آپ کی بے مثال محبت ،عنایت، ایثار،خلوص اور ہمدردی کا پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔

والسلام

آپ کی بہن

سوداگر کی بیوہ نے اس خاتون کا یہ خط پڑھا تو بہت متاثر ہوئی اور اس کی سچائی دیانت اور نیکی نے اس کے دل میں گھر کرلیا،اور پھر دونوں میں مستقل طور پر خلوص ومحبت اور رفاقت کا رشتہ قائم ہوگیا(صفۃ الصفوۃ،اسلامی معاشرہ ص۱۵۲ بحوالہ بکھرے موتی ج۲ص ۲۲۶ تا ۲۲۸)

شاید آپ سوچ رہی ہوں کہ ہمارے معاشرے کی اکثر خواتین سوکنوں سے تو محروم ہیں پھر اس طرح کے مثالی کردار کا مظاہرہ کہاں کریں؟

لیکن آپ پریشان نہ ہوں اس طرح کے مثالی تقویٰ اور مثالی خلوص کا مظاہرہ کرنے کے مواقع سوکن کے علاوہ رشتوں میں بھی بکثرت میسرآتے رہتے ہیں۔

مثلاً ساس سسر کے حقوق ادا کرنے اور ان کی خدمت کرنے میں مثالی کردار اپنانا،اسی طرح نند، بھاوج، دیورانی، جیٹھانی، بہو وغیرہ کے حقوق ادا کرنے میں مخلص ہونا وغیرہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے شوہر کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھنے اور اس کے حقوق ادا کرنے میں مخلص ہونے کے مواقع بہت زیادہ آپ کو زندگی بھر پیش آتے رہتے ہیں اس طرح کے تمام مواقع میں آپ کو مخلصانہ کردار کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

آجکل ہمارے معاشرے میں مرحوم کے ترکے کو شرعی حکم کے مطابق تقسیم کرنے کا رواج ہی نہیں رہا۔اور مرحوم کے بعض ورثاء کو ان کا اپنا شرعی حصۂ میراث سالوں گزرجانے کے بعد بھی لوگ دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے خصوصاً مرحوم کی بہنوں، بیٹیوں کے حصے پر قبضہ کئے رکھنا تو معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بڑا ظلم ہے۔

مذکورہ واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ حقدار کا حق کس احتیاط کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقوق العباد احتیاط کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے،آمین۔

صبر کی تلقین

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا فَمَاتَ عَلَيْهِ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم، كتاب الامارة، واللفظ لهٔ؛ بخاری، كتاب الفتن؛ مسند احمد، حديث نمبر ۲۸۲۵)

ترجمہ: جس شخص کو اپنے امیر کی کوئی بات ناگوار ہو، تو اُسے چاہیے کہ اُس پر صبر کرے، کیونکہ جو شخص امیر کا اقتدار تسلیم کرنے سے بالشت بھر بھی نکلے گا، اور اُسی حالت میں اُسے موت آئے گی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا (ترجمہ ختم)

امام نووی رحمہ اللہ ایک حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى الْحَدِيث: لَا تُنَازِعُوا وُلَاة الْأُمُور فِي وِلَايَتهمْ ، وَلَا تَعْتَرِضُوا عَلَيْهِمْ إِلَّا أَنْ تَرَوْا مِنْهُمْ مُنْكَرًا مُحَقَّقًا تَعْلَمُونَهُ مِنْ قَوَاعِد الْإِسْلَام ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَأَنْكِرُوهُ عَلَيْهِمْ ، وَقُولُوا بِالْحَقِّ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ ، وَأَمَّا الْخُرُوج عَلَيْهِمْ وَقِتَالُهُمْ فَحَرَام بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ ، وَإِنْ كَانُوا فَسَقَةً ظَالِمِينَ (شرح النووی علی مسلم، حديث نمبر ۳۴۲۷)

ترجمہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ اقتدار سے اُن کی امارت کے معاملات میں مزاحمت اور تصادم وٹکراؤ نہ کرو، ہاں جب اُن سے ایسے خلافِ شریعت کام دیکھو جن کا خلافِ شریعت ہونا اسلام کے اُصولوں سے واضح ہو تو اُن پر (اگر استطاعت ہو تو) نکیر کرو (ورنہ ناپسند سمجھو) اور جہاں کہیں بھی ہو، حق بات کہو، اور رہا اُن کے مقابلے میں خروج اور قتال تو وہ باجماعِ مسلمان حرام ہے، اگرچہ وہ ظالم، فاسق ہی کیوں نہ ہوں (ترجمہ ختم)

بہترین اور بدترین لوگ اور حکمران

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُكُمْ وَخِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ، وَشِرَارُكُمْ وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ لَا، مَا صَلَّوْا لَكُمُ الْخَمْسَ، أَلَا وَمَنْ عَلَيْهِ وَالٍ، فَرَآهُ يَأْتِي شَيْئًا مِنْ مَعَاصِي اللّٰهِ، فَلْيَكْرَهْ مَا أَتٰى، وَلَا تَنْزِعُوا يَدًا مِنْ طَاعَتِهٖ (مسند احمد، حديث نمبر ۲۳۹۹۹؛ مسلم، كتاب الامارة)

ترجمہ: تمہارے میں اور تمہارے حکمرانوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جن سے تم محبت کرو، اور وہ تم سے محبت کریں، اور تم اُنہیں دعا دو، اور وہ تمہیں دعا دیں، اور تمہارے میں اور تمہارے حکمرانوں میں سب سے بُرے وہ ہیں، جن سے تم بُغض رکھو، اور وہ تم سے بُغض رکھیں، اور تم اُن پر لعنت بھیجو، اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ تو کیا ہم اُن کے ساتھ قتال نہ کریں؟ (یعنی اُن کے خلاف مسلح بغاوت نہ کردیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''نہیں''، جب تک وہ تمہارے درمیان پانچ نمازیں قائم رکھیں؛ یادرکھو! جس شخص کا کوئی حاکم ہو، پھر وہ حاکم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے دیکھے تو وہ اللہ کی جو نافرمانی کررہا ہے، اُسے بُرا سمجھے، لیکن اُس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

یہ جو فرمایا گیا کہ ''جب تک وہ نماز پڑھیں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام پر باقی رہیں، نماز سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (تکملۃ فتح الملہم، جلد ۳، صفحہ ۱۹۹)

Idara Ghufran

مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی ممانعت

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّهُ سَتَكُونُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب حُكْمِ مَنْ فَرَّقَ أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ وَهُوَ مُجْتَمِعٌ؛ مسنداحمد، حدیث نمبر ۱۹۰۰۰؛ ابنِ حبان)

ترجمہ: یقیناً بہت سے شرور وفتن ظاہر ہوں گے، تو جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالے، جبکہ وہ متفق ہو، تو اُس پر تلوار سے وار کرو، چاہے وہ کوئی ہو (ترجمہ ختم)

امام نووی رحمہ اللہ ایک حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

فِيهِ الْأَمْر بِقِتَالِ مَنْ خَرَجَ عَلَى الْإِمَام ، أَوْ أَرَادَ تَفْرِيقَ كَلِمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَنَحْو ذَلِكَ ، وَيُنْهٰى عَنْ ذَلِكَ ، فَإِنْ لَمْ يَنْتَهِ قُوتِلَ ، وَإِنْ لَمْ يَنْدَفِع شَرّه إِلَّا بِقَتْلِهِ فَقُتِلَ كَانَ هَدَرًا ، فَقَوْله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ) وَفِي الرِّوَايَة الْأُخْرَى (فَاقْتُلُوهُ) مَعْنَاهُ :إِذَا لَمْ يَنْدَفِع إِلَّا بِذٰلِكَ (شرح النووی علی مسلم، حدیث نمبر ۳۴۴۲)

ترجمہ: اس حدیث میں اُس کے خلاف قتال کا حکم ہے، جو امام پر خروج کرے، یا مسلمانوں میں تفرقہ ڈالے وغیرہ؛ ایسے شخص کو منع کیا جائے گا، اگر وہ باز نہ آئے، تو اُس کو قتل کر دیا جائے گا، اگر اُس کا فتنہ اُس کے قتل کے بغیر زائل نہ ہو تو اس کا قتل معاف ہوگا، حضور ﷺ کا ارشاد کہ ''اُس پر تلوار سے وار کرو'' کا یہی مطلب ہے کہ اگر اُس کے قتل کے بغیر وہ فتنہ زائل نہ ہوتا ہو (ترجمہ ختم)

ناحق خون بہانا جنت میں داخلے میں رُکاوٹ ہوگا

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص شہرت و ناموری چاہے گا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (ساری مخلوقات کے سامنے اس کے عیوب و جرائم اور گناہوں) کی شہرت کرائیں گے (یعنی اُسے رُسوا فرمائیں گے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص (اپنی جان کو یا حاکم وصاحبِ منصب ہوتو اپنی رعایا اور ماتحتوں کو) سختی ومشقت اور حرج میں ڈالتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ قیامت کے دن سختی ومشقت والا معاملہ فرمائیں گے؛ اہلِ مجلس نے حضرت جندب سے عرض کیا کہ ہمیں وصیت کیجیے! تو انہوں نے فرمایا کہ انسان کے اعضاء میں سے سب سے پہلے جو عضو خراب ہوتا ہے، وہ پیٹ ہے، تو جو شخص یہ کرسکے کہ اُس کے پیٹ میں سوائے پاکیزہ چیز کے کچھ داخل نہ ہو، تو وہ ایسا کرلے، اور جو شخص یہ کرسکے کہ اُس کے اور جنت کے درمیان ایسا مٹھی بھر خون بھی حائل نہ ہو، جو اُس نے کسی کا بہایا ہو، تو کرلے (بخاری، حدیث نمبر ۶۶۱۹؛ شعب الایمان للبیہقی)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے:

جو شخص یہ کرسکے کہ اُس کے اور جنت کے درمیان ایسا چُلّو بھر خون بھی گویا مرغی ذبح کرنے کے بقدر ہو حائل نہ ہو، جو اُس نے کسی کا بہایا ہو، تو ایسا کرلے، جب کبھی وہ جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے کی طرف بڑھے گا، تو وہ (خون) اُس کے اور اُس (جنت کے دروازے) کے درمیان آڑ بن جائے گا۔ جو شخص یہ کرسکے کہ اُس کے پیٹ میں سوائے حلال پاکیزہ چیز کے کچھ داخل نہ ہو، تو وہ ایسا کرلے، اس لیے کہ انسان کے پیٹ کے لیے (حرام کھانا، دنیا، قبر اور آخرت میں) وبال ہوگا (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۶۳۹؛ شعب الایمان للبیہقی)

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

نماز کے ممنوع و مکروہ اوقات کی تحقیق

سوال......: دن رات میں کون کون سے وقت ایسے ہیں کہ جن میں فرض یا نفل نماز پڑھنا ممنوع یا مکروہ ہے۔ برائے کرم تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب......: کل پانچ اوقات ایسے ہیں، جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، مگر ان میں سے تین اوقات میں ہر قسم کی نماز مکروہ وممنوع ہے، اور دو اوقات میں صرف نفل نماز مکروہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے۔

تین اوقات میں فرض اور نفل ہر قسم کی نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا اور نمازِ جنازہ پڑھنا ممنوع اور گناہ ہے، مگر ذکر و تلاوت اور دعا مکروہ نہیں، اور وہ تین اوقات یہ ہیں۔

(۱)......سورج طلوع ہونے سے لے کر اُس وقت تک کہ سورج طلوع ہوکر ایک دو نیزہ بلند نہ ہوجائے، یعنی اس کی روشنی میں تیزی پیدا نہ ہوجائے۔

(۲)...... جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوجائے، اور افق سے ایک دو نیزہ سے کم فاصلہ رہ جائے، یعنی اس کی روشنی ماند پڑ جائے، اُس وقت سے لے کر سورج غروب ہونے تک

(۳)......ٹھیک دوپہر کے وقت (یعنی جب سورج بالکل درمیان میں ہوتا ہے، یعنی نہ تو ذرا سا بھی مشرق کی طرف ہوتا، اور نہ ہی مغرب کی طرف، جس کو شریعت کی زبان میں استوائے شمس کہا جاتا ہے) زوال ہونے تک۔ [۱]

البتہ اگر کسی نے اسی وقت کوئی آیتِ سجدہ تلاوت کی ہو، یا جنازہ بالکل تیار ہو، تو پھر وہ سجدۂ تلاوت ادا کرنا

---

[۱] ٹھیک دوپہر کے وقت سے مراد زوال سے پہلے کا متصل وقت ہے، جو مختلف موسموں کے اعتبار سے آگے پیچھے ہوتا ہے، اور مروجہ گھڑیوں کے اعتبار سے ہمیشہ بارہ بجے نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اوقات ہماری گھڑیوں کے اوقات کے اعتبار سے آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں، روزمرہ زوال کے وقت کی تعیین نمازوں کے اوقات والے نقشوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، دراصل دنیا میں رائج شدہ گھڑیوں کے اوقات سورج کے معیار کے مطابق نہیں ہیں جس طرح موسم کے اعتبار سے پانچوں نمازوں کے اوقات میں تبدیلی آتی رہتی ہے اسی طرح زوال کے وقت میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے ہاں اگر کسی کی گھڑی دھوپ گھڑی کے مطابق ہو اور سورج کے اعتبار سے اس کے اوقات چلتے ہوں جیسا کہ آج کل حرمین شریفین میں بعض گھڑیاں سورج کے اعتبار سے اوقات بتلاتی ہیں تو علیحدہ بات ہے اس صورت میں دھوپ گھڑی کے مطابق بارہ بجے ہی زوال ہوگا۔

Idara Ghufran

اورنمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں۔ ۱؎

اسی طرح اگرکسی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی، اورسورج غروب ہونے کے قریب ہوگیا، تو اس کی نماز ادا ہوجائے گی، اگرچہ نماز کے درمیان سورج غروب ہی کیوں نہ ہوجائے۔

اوراگر فجر کی نماز نہیں پڑھی، اورسورج طلوع ہونے کے قریب ہوگیا، تو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے نماز ادا کرلینے کی صورت میں تو بلاشبہ نماز ادا ہوجائے گی، لیکن اگراتنی تاخیر ہوگئی کہ فجر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج طلوع ہوگیا، تو ہمارے اکثر حضرات نے فرمایا کہ ایسی صورت میں فجر کی نماز درست نہیں ہوگی۔ لیکن کیونکہ بعض احادیث سے فجر کی نماز کے دوران سورج طلوع ہونے کے باوجود اس کو مکمل کرنے اوراس صورت میں فجر کی نماز ادا ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ ۲؎

۱؎ اوران اوقات میں نماز کے مکروہ ہونے کا حکم تمام ازمنہ وامکنہ میں برابر ہے، لہٰذا جمعہ کے دن بھی استوائے شمس کے وقت نماز مکروہ ہے، اورحرمین شریفین میں بھی ان اوقات میں نماز مکروہ ہے۔

واعلم بأن الأوقات التی تکرہ فیها الصلاة خمسة ثلاثة منها لا یصلی فیها جنس الصلوات عند طلوع الشمس إلی أن تبیض وعند غروبها إلا عصر یومه فإنه یؤدیها عند الغروب ...... وعند زوالها حتی تزول ......والأمکنة فی هذا النهی سواء عندنا لعموم الآثار (المبسوط، کتاب الصلاة، باب مواقیت الصلاة)

۲؎ عن ابن عباس عن أبی هریرة عن رسول الله ﷺ قال :(من أدرک رکعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرکها ومن أدرک رکعة من الفجر قبل أن تطلع الشمس ورکعة بعد ما تطلع الشمس فقد أدرکها)(صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۱۵۸۲)قال شعیب الأرنؤوط :إسناده صحیح علی شرطهما.

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ نَبِیَّ اللَّهِ -صلی الله علیه وسلم -قَالَ إِذَا صَلَّی أَحَدُکُمْ رَکْعَةً مِنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَلْیُصَلِّ إِلَیْهَا أُخْرَی (سنن دارقطنی حدیث نمبر ۱۴۴۷ ، واللفظ لہٗ، سنن البیهقی حدیث نمبر ۱۸۵۱ ، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۱۵۸۱ ،المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۱۱۱۳۳ ، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۲۶۶۰ ، مسند الشامیین للطبرانی حدیث نمبر ۸۸۹)

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :مَنْ صَلَّی رَکْعَةً مِنَ الصُّبْحِ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَلْیُصَلِّ الصُّبْحَ "(مستدرک حاکم حدیث نمبر ۹۶۳ وقال الحاکم: " هَذَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ عَلَی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ إِنْ کَانَ مَحْفُوظًا بِهَذَا الْإِسْنَادِ، فَإِنَّ أَحْمَدَ بْنَ عَتِیقٍ الْمَرْوَزِیَّ هَذَا ثِقَةٌ، إِلَّا أَنَّهُ حَدَّثَ بِهِ مَرَّةً أُخْرَی بِإِسْنَادٍ آخَرَ " وقال الذهبی فی التلخیص :إن کان ابن عتیق حفظه وهو ثقة لکنا حدثناه علی شرطهما)

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :مَنْ صَلَّی رَکْعَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلَاتَهُ "(مستدرک حاکم حدیث نمر ۸۶۴،وقال الحاکم: " کِلَا الْإِسْنَادَیْنِ صَحِیحَانِ، فَقَدِ احْتَجَّا جَمِیعًا بِخِلَاسِ بْنِ عَمْرٍو شَاهِدًا ")

سئل قتادة عن رجل صلی رکعة من صلاة الصبح ثم طلعت الشمس فقال حدثنی خلاس بن عمرو عن أبی رافد أن أبا هریرة حدثه أن رسول الله ﷺ قال یتم صلاته (السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر ۴۶۴)

قلنا :لا حجَّةَ فیه علی الإعادة ؛ لأنَّ معناه :فلیتمَّ صلاة الصبح ، ویفسره ما سقناه (تنقیح التحقیق للذهبی، ج ۱ ص ۲۰۳ ، کتاب الصلاه، باب الاوقات النهی)

Idara Ghufran

نیز ہمارے فقہائے کرام کی بعض روایات کے مطابق فجر کی نماز پڑھتے ہوئے اگر سورج طلوع ہو جائے، تو فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی، بلکہ ادا ہو جاتی ہے، اور ساری نماز کو قضا کر دینے کے مقابلہ میں بہتر ہے کہ نماز کا کچھ حصہ اپنے وقت میں ادا ہو جائے۔ ل

اور اسی لئے ہمارے متعدد اکابر فقہاء نے اگر چہ عین سورج طلوع ہونے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، لیکن اگر کسی نے فجر کی نماز اس حالت میں پڑھی کہ نماز پڑھنے کے دوران سورج طلوع ہو گیا، تو اس سے فجر کی نماز کے فریضہ کو درست قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: درسِ ترمذی، جلد ا صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰) ۲

ل وعن أبي يوسف أن من صلى ركعة من الفجر ثم طلعت الشمس لم تفسد صلاته، ولكنه يلبث كذلك إلى أن ترتفع الشمس وتبيض ثم تتم الصلاة(المحيط البرهاني، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي تكره فيها الصلاة)

وعن أبي يوسف أن الفجر لا يفسد بطلوع الشمس ولكنه يصبر حتى إذا ارتفعت الشمس أتم صلاته وكأنه استحسن هذا ليكون مؤديا بعض الصلاة في الوقت ولو أفسدناها كان مؤديا جميع الصلاة خارج الوقت وأداء بعض الصلاة في الوقت أولى من أداء الكل خارج الوقت(المبسوط للسرخسي،كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

وروى عن أبي يوسف أن الفجر لا تفسد بطلوع الشمس لكنه يصبر حتى ترتفع الشمس فيتم صلاته ؛ لأنا لو قلنا كذلك لكان مؤديا بعض الصلاة في الوقت ، ولو أفسدنا لوقع الكل خارج الوقت ، ولا شك أن الأول أولى والله أعلم(بدائع الصنائع ، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

وفي القنية كسالى العوام إذا صلوا الفجر وقت الطلوع لا ينكر عليهم ؛ لأنهم لو منعوا يتركونها أصلا ظاهرا ولو صلوها تجوز عند أصحاب الحديث والأداء الجائز عند البعض أولى من الترك أصلا (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الاوقات المنهى عن الصلاة فيها)

ولا ننهى كسالى العوام عن صلاة الفجر "وقت الطلوع لأنهم قد يتركونها بالمرة والصحة على قول مجتهد أولى من الترك (مراقى الفلاح، جزء ا صفحه ۷۸)

۲ وانت تعلم مافيه من الاختلال وتزويق المقال فان قولهم انهى عن الافعال الشرعية يقتضى صحتها فى انفسها ينادى باعلى نداء على جواز الصلاتين كلتيهما وان اعتراهما حرمة بعارض التشبه بعبدة الشمس فادعاء المعارضة بينهما باطل، وان قطع النظر عن ذلك فلا وجه لعدم الجواز فى الفجر والجواز فى العصر ، فان الوقت شرط لكلتيهما (الكوكب الدرى، على جامع الترمذى للجنجوهى ج ا ص۱۰۳)

فالمعنىٰ ان من لحق بركعة من الفجر قبل طلوع الشمس فقد ادرك الفجر بمعنى ان النائم مثلا والساهى او المقصر اذا شرع فى الصلاة والباقى من الوقت لم يكن الا قدر ركعة لو صلى واتم صلاته جازت صلاته، واما ان صلاته هل هى مكروهة اولا فامر آخر لم يبحث عنه ههنا وحاصله ان هذه الرواية تبنى عن فراغ الذمة لمن صلى فى شيئ من هذين الوقتين وان لم يخل فعله ذلك من كراهة ولايعارضه حديث النهى عن الصلاة فى الوقتين لان النهى عن الافعال الشرعية لما كان هو المبنى عن صحتها كان مؤدى الروايتين هو الجواز غير ان الرواية الاولىٰ لم تتعرض عن القبح المجاور بخلاف الثانية فانها اظهرت صفة الصلاة فى هذين الوقتين او يقال من ههنا ليست للجنس بل هى ههنا للنوع يعنى اذا ادرك الصبى اواسلم الكافر او طهرت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراحادیث کےزیادہ موافق ہونے کی وجہ سے ہمارے نزدیک بھی یہی موقف راجح ہے۔

لہٰذا اگر فجر کی نماز پڑھنے کے دوران سوج طلوع ہوجائے، تو فجر کی نماز کا فریضہ ذمہ میں سے ادا ہوجائے گا، اوراس کولوٹانے کی ضرورت نہیں ہوگی، جیسا کہ عصر کی نماز پڑھنے کے دوران غروب ہونے کی صورت میں عصر کی نماز کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے، اوراس کولوٹانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اب رہا یہ کہ سورج غروب ہونے سے کتنی دیر پہلے سورج کی چمک اور تیزی ماند پڑتی ہے، اورسورج طلوع ہونے کے کتنی دیر بعد تک سورج کی روشنی ہلکی اور ماند رہتی ہے، اوراس میں تیزی پیدانہیں ہوتی؟

تو اگرچہ سورج غروب ہونے سے پہلے اور طلوع ہونے کے بعد کا یہ دورانیہ مختلف علاقوں اورموسموں کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے، اوراس کا اصل تعلق مشاہدہ کے ساتھ ہے، لیکن ہمارے علاقوں کے لحاظ سے متعدد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحائض والنفساء والوقت من الفجر والعصر باق مقدار التحريمة اى التمكن فيه من التحريمة بعد الطهارة فقد ادرک هؤلاء الجماعة الفجر والعصر فوجبت عليهم هذا ولعل الله يحدث بعد ذلک امرا(الكوكب الدرى، على جامع الترمذى للجنجوهى ج ۱ ص ۱۰۵)

قال العبد الضعيف عفا الله عنه: والذى يترجح بحسب الادلة من مجموع الروايات فى المسألة، مع مرعاة اصول الحنفيةهو: جواز الاتمام لمن صلى ركعة من الفجر، او العصر، قبل الطلوع اوالغروب، فان الامر بالامساک عن الصلاة وقطعها فى الفجر انما هو لنهى الصلاة فى الاوقات الثلاث؛ ، ويعارض هذا النهى النهى عن ابطال العمل، وقد صرح فى الدرالمختار وغيره : انه يلزم نفل شرع فيه قصدا، ولو عند غروب وطلوع واستواء على الظاهر، اى ظاهر الرواية عن الامام، لقوله تعالىٰ: لاتبطلوا اعمالكم، ونقل ابن عابدين عن صاحب البحر ان قطع الصلاة بغير عذر حرام ، فالنهيان : اى النهى عن الصلاة فى الاوقات الثلاثة ، والنهى عن ابطال العمل قد تعارضا، فيبقى حديث الباب ، اى حديث الادراک والاتمام سالما من المعارض، فيحكم به، وبطريق آخر: ان ابطال العمل بغير عذر ممنوع، والعذر فى هذه المسألة عند من قال بقطع الصلاة عندالطلوع انما هو كراهة الوقت، لكن دل احاديث الباب بسائر طرقها ان الشارع لم يعتبر هذا العذر فى حق مدرک الركعة قبل الطلوع، كما دل القياس عند الحنفية على عدم اعتباره فى حق مدرک الركعة قبل الغروب، بل فى حق من شرع العصر فى وقت صحيح، ثم مدها الى الغروب ايضا، فبقى العمل على النهى عن ابطال العمل، فيؤمر باتمام الصلاة فى الفجر والعصر كليهما، والله اعلم (فتح الملهم ، المجلدالرابع ص۲۸۷، باب من ادرک ركعة من الصلاة فقد ادرک)

وجملة الكلام أن الحديث لا يفرق بين الفجر والعصر، وظاهره موافق لما ذهب إليه الجمهور، وتفريق الحنفية باشتمال العصر على الوقت الناقص دون الفجر عمل بإحدى القطعتين وترک للأخرى بنحو من القياس، وذا لا يرد على الطحاوى، فإنه ذهب إلى النسخ بالكلية من الأحاديث التى وردت فى النهى عن الصلاة عند طلوع الشمس وعند غروبها، إلا أن المعروف من مذهب الحنفية خلافه، فإنهم قائلون فى العصر بصحتها (فيض البارى شرح البخارى، ج۲ باب من أدرک ركعة من العصر قبل الغروب)

حضرات کے مشاہدہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اس کا دورانیہ تقریباً دس سے پندرہ منٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔ لہٰذا غروب سے پہلے اور طلوع کے بعد تقریباً پندرہ منٹ اور احتیاطاً اس سے کچھ زیادہ وقت تک نماز سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ۱

مذکورہ تین اوقات کے علاوہ دو اوقات ایسے ہیں کہ ان میں صرف نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

ایک تو صبح صادق یعنی طلوعِ فجر سے لے کر سورج طلوع ہونے تک (سوائے فجر کی دو سنتوں کے)

اور دوسرے عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے کے قریب تک۔

البتہ ان دو اوقات میں قضاء نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا اور نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ ۲

آگے احادیث وروایات کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

---

۱ گویا کہ غروب سے قبل اور طلوع کے بعد کے مکروہ وقت کا فاصلہ اور تکوُّن ایک ہے، اور احادیث سے بھی اس کا اشتراک معلوم ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع اور غروب ہوتا ہے، لہٰذا غروب سے پہلے شیطان اپنے سینگ حائل کر لیتا ہے، اور یہ سلسلہ غروب تک جاری رہتا ہے، اور طلوع کے وقت بھی شیطان اپنے سینگ حائل کر لیتا ہے، اور یہ سلسلہ کچھ بعد تک جاری رہتا ہے، اور ممکن ہے کہ سورج کی روشنی کے پھیکے پن کا ایک سبب شیطان کے سینگوں کا حائل ہونا ہو، اور ظاہر میں دوسری فنی وجوہ ہوں، فلا تعارض۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو، یہ بات واضح ہے کہ غروب سے پہلے اور طلوع کے بعد یعنی طرفین سے اس مکروہ وقت کی مقدار کا تناسب و دورانیہ برابر ہوتا ہے، لاشتراک العلۃ۔

البتہ شارع علیہ السلام نے افہام اور تسہیل کے لئے غروب میں تغیّر اور ''قبل ان تدخلها صفرة'' وغیرہ سے، اور طلوع میں ''ترتفع بقدر رمح'' وغیرہ سے اس مکروہ وقت کی تعبیر فرمائی ہے۔

۲ لیکن ان اوقات میں قضا نماز پڑھنے والے کو دوسروں کے سامنے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، تاکہ دوسروں کے سامنے قضاء نماز کا اظہار لازم نہ آئے، جس کو شریعت پسند نہیں کرتی، اور دوسروں کو نوافل پڑھنے کی غلط فہمی بھی نہ ہو۔

اور عصر کے بعد سے مراد عصر کی نماز پڑھ چکنے کے بعد کا وقت ہے، لہٰذا اگر ایک شخص نے عصر کی نماز نہیں پڑھی، اور دوسرے لوگ پڑھ چکے ہیں، یا عصر کی جماعت ہو چکی ہے، تب بھی عصر کے فرض پڑھنے سے پہلے نوافل جائز ہیں، اور جو لوگ عصر کے فرض پڑھ چکے ہیں، ان کے لئے جائز نہیں۔

ووقتان آخران ما بعد العصر قبل تغير الشمس وما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس فإنه لا يصلى فيهما شيء من النوافل(المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

وأما الاوقات الاخر التي تكره الصلاة فيها لمعنى في غير الوقت :فمنها بعد طلوع الفجر إلى أن يصلي الفجر، وبعد صلاة الفجر إلى أن تطلع الشمس .وبعد صلاة العصر إلى أن تتغير الشمس للغروب :فلا خلاف أن أداء التطوع المبتدأ مكروه فيها . ولا خلاف أن قضاء الفرائض، والواجبات يجوز فيها، من غير كراهة. وأما التطوعات التي لها أسباب، مثل ركعتي الطواف، وركعتي التحية، وركعتي الفجر بعدما صلى الفجر، ولم يؤدهما لعذر أو لغير عذر، فيكره أداؤها عندنا . وعند الشافعي :لا يكره . وأجمعوا أنه لا يكره أداء ركعتي الفجر قبل صلاة الفجر .وكذا أداء الواجبات، في هذه الاوقات من سجدة التلاوة، وصلاة الجنازة : يجوز من غير كراهة(تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۱۰۵ تا ۱۰۷)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا(بخاری حدیث نمبر ۱۵۲۳)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ سے سنا،آپ نے سورج طلوع ہونے کے وقت،اور سورج غروب ہونے کے وقت نماز سے منع فرمایا(ترجمہ ختم)

ایک اور روایت میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى تَغِيبَ وَلَا تَحَيَّنُوا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ(بخاری حدیث نمبر ۳۰۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج کا صرف کنارہ طلوع ہوجائے،تو تم نماز کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ اچھی طرح ظاہر نہ ہوجائے،اور جب سورج کا صرف کنارہ غائب ہوجائے تو نماز کو چھوڑ دو،اور تم اپنی نماز کو سورج طلوع ہونے کے اور سورج غروب ہونے کے قریب نہ کرو، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع (وغروب) ہوتا ہے(ترجمہ ختم)

سورج کے طلوع وغروب کے قریب نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ تو سورج کے طلوع وغروب ہونے کی حالت میں پڑھو،اور نہ ہی سورج کے طلوع ہونے کے کچھ بعد تک،اور نہ ہی سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے تک پڑھو، کیونکہ عین سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت اور اسی طرح غروب سے کچھ پہلے اور غروب کے کچھ بعد تک شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سورج کے طلوع وغروب ہونے کی وجہ سے یہ وقت شیطان اور سورج کے پجاریوں کے سجدہ وعبادت کرنے کا ہوتا ہے،اس لیے ان کی مشابہت سے بچنے کے لیے اس وقت قضاء نماز بھی منع ہے۔ [1]

---

[1] ولا تحينوا بحذف إحدى التاء ين أى لا تتقربوا بصلاتكم طلوع الشمس ولا غروبها من حان إذا قرب أو لا تجعلوا ذلك الوقت حينا للصلاة بصلاتكم فيه من تحين بمعنى حين الشيء إذا جعل له حينا ويقال تحين الوارش وهو الذى يدخل بيت الناس بغير عزيمة إذا انتظر وقت الأكل ليدخل وعلى هذا فالمعنى لا تنتظروا بصلاتكم حين طلوع الشمس ولا حين غروبها فإنها تطلع بضم اللام بين قرنى الشيطان أى جانبى رأسه لأنه ينتصب قائما فى وجه الشمس عند طلوعها ليكون شروقها بين قرنيه فيكون قبلة لمن سجد للشمس فنهى عن الصلاة فى ذلك الوقت لئلا يتشبه بهم فى العبادة كذا ذكره ابن الملك وقال ابن حجر فإنها تعليل للنهيين وقوله تطلع أى وتغرب كما فى الرواية الآتية متفق عليه(مرقاة، كتاب الصلاة، باب بعد باب سجود القرآن)

اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كُنَّا نُنْهٰى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ ,وَعِنْدَ غُرُوبِهَا وَنِصْفَ النَّهَارِ "(شرح معانی الآثار حديث نمبر ۹۱۵، شرح مشكل الآثار حديث نمبر ۳۹۷۰،واللفظ لهما، مسند ابى يعلىٰ حديث نمبر ۴۸۴۷، الاوسط لابن المنذر حديث نمبر ۱۷۸۸)

ترجمہ: ہمیں سورج طلوع ہونے کے وقت اور سورج غروب ہونے کے وقت اور نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے(ترجمہ ختم)

نصف النہار سے مراد ٹھیک دوپہر کا وقت ہے، جس کو استوائے شمس کہا جاتا ہے، جیسا کہ دوسری احادیث میں صاف طور پر اس کی وضاحت پائی جاتی ہے، اور منع کئے جانے سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا یہ روایت مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔

اورحضرت زر فرماتے ہیں:

فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ "يَنْهَانَا عَنْ صَلاتَيْنِ فِي هَاتَيْنِ السَّاعَتَيْنِ :حِينَ تَطْلُعُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ، وَنِصْفَ النَّهَارِ."(المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۹۱۷۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں سورج غروب اور طلوع ہونے کے وقت، یہاں تک کہ طلوع ہوکر بلند ہوجائے، اور نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

اور بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایک یا دو نیزے بلند ہوجائے، جیسا کہ دوسری احادیث میں صراحت ہے، اور جب سورج اتنا بلند ہوجاتا ہے، تو اس کا پھیکا پن بھی ختم ہوجاتا ہے، اور اس میں تیزی آجاتی ہے، جیسا کہ اس کے برعکس غروب سے اتنی ہی دیر پہلے تیزی ختم ہوکر پھیکا پن داخل ہوجاتا ہے۔ [۱]

اورحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ:

لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَطْلُعُ قَرْنَاهُ مَعَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَيَغْرُبَانِ مَعَ غُرُوبِهَا وَكَانَ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلٰى تِلْكَ

---

[۱] قال فی الأصل حتى ترتفع الشمس قدر رمح أو رمحين وقال أبو بكر محمد بن الفضل ما دام الإنسان يقدر على النظر إلى قرص الشمس لا تباح فيه الصلاة فإن عجز عن النظر تباح(عمدة القارى، كتاب مواقيت الصلاة، باب الاذان بعد ذهاب الوقت)

Idara Ghufran

الصَّلاۃِ(مؤطا امام مالک حدیث نمبر ۶۴۲)

ترجمہ: تم اپنی نماز کو سورج طلوع ہونے کے اور سورج غروب ہونے کے قریب نہ کرو، کیونکہ شیطان کے سینگ سورج طلوع ہونے کے ساتھ طلوع ہوتے ہیں، اور سورج غروب ہونے کے ساتھ غروب ہوتے ہیں۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت نماز پڑھنے پر لوگوں کو مارا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طلوع وغروب کے وقت لوگوں کو نماز پڑھنے پر مارنا تنبیہ کے طور پر تھا، کیونکہ اس وقت میں نماز پڑھنا گناہ ہے۔ اور طلوع کے قریب سے مراد طلوع ہونے کے بعد کا وقت ہے، جس طرح سے کہ غروب کے قریب سے مراد غروب سے پہلے کا وقت ہے، نہ کہ بعد کا، کیونکہ غروب کے بعد متصلاً مغرب کی نماز کا افضل وقت واقع ہوتا ہے۔

اور حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ:

فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَخْبِرْنِى عَمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ وَأَجْهَلُهُ .أَخْبِرْنِى عَنِ الصَّلاَةِ قَالَ صَلِّ صَلاَةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَىْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّىَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ (مسلم حديث نمبر۱۹۶۷، واللفظ لہٗ، مستخرج ابوعوانه حديث نمبر ۸۹۲،نسائی حديث نمبر ۵۷۱،شرح مشكل الآثار للطحاوی، حديث نمبر ۳۹۷۱)

ترجمہ: پس میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اس علم کے بارے میں مجھے خبر دیجئے، جس سے میں ناواقف ہوں، مجھے نماز کے بارے میں خبر دیجئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ صبح کی نماز پڑھیں، پھر آپ نماز سے رُکے رہیں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوکر بلند ہوجائے، کیونکہ سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے، اور اس وقت میں اس کے لئے کفار سجدہ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے، اور حاضر

کی جاتی ہے، یہاں تک کہ سایہ نیزے کے ساتھ کم تر ہوجائے (یعنی نیزے وغیرہ کا سایہ اصلی ہوجائے، جو کہ ٹھیک دوپہر یعنی استوائے شمس کے وقت ہوتا ہے) تو آپ نماز سے رُک جائیں، کیونکہ جہنم اس وقت دھونکائی جاتی ہے، پھر جب سایہ (مغرب کی طرف) ہو جائے (یعنی زوال ہوجائے) تو آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے، اور حاضر کی جاتی ہے، یہاں تک کہ آپ عصر کی نماز پڑھ لیں، تو آپ نماز سے رُکے رہیں، سورج غروب ہونے تک، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے، اور اس وقت میں شیطان کے لئے کفار سجدہ کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ٹھیک دوپہر کے اس وقت جب کہ سورج بالکل درمیان میں ہو، نہ تو ذرا سا مشرق کی طرف ہو، اور نہ مغرب کی طرف، اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہوتا ہے، اور اس کے بعد جونہی زوال ہوجائے ، یعنی کسی کھڑی چیز کا سایہ مشرق کی طرف ہوجائے، تو مکروہ وقت ختم اور ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔[۱]

اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

حَتّٰى تُصَلِّيَ الصُّبْحَ ثُمَّ أَقْصِرْ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَتَرْتَفِعَ قِيْسَ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَتُصَلِّي لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ مَا شِئْتَ فَإِنَّ

---

[۱] قوله صلى الله عليه وسلم :(حتى يستقل الظل بالرمح ثم أقصر عن الصلاة فإن حينئذ تسجر جهنم ، فإذا أقبل الفىء فصل فإن الصلاة مشهودة محضورة)

معنى :يستقل الظل بالرمح أى يقوم مقابله فى جهة الشمال وليس مائلا إلى المغرب ولا إلى المشرق ، وهذه حالة الاستواء ، وفى الحديث التصريح بالنهى عن الصلاة حينئذ حتى تزول الشمس ، وهو مذهب الشافعى وجماهير العلماء .واستثنى الشافعى حالة الاستواء يوم الجمعة ، وللقاضى عياض رحمه الله فى هذا الموضع كلام عجيب فى تفسير الحديث ومذاهب ، العلماء نبهت عليه لئلا يغتر به .ومعنى (تسجر جهنم) توقد عليها إيقادا بليغا .واختلف أهل العربية هل جهنم اسم عربى أم عجمى ؟ فقيل :عربى مشتق من الجهومة وهى كراهة المنظر ، وقيل :من قولهم بئر جهام أى عميقة فعلى هذا لم تصرف للعلمية والتأنيث .وقال الأكثرون :هى عجمية معربة وامتنع صرفها للعلمية والعجمة .

قوله صلى الله عليه وسلم :(فإذا أقبل الفىء فصل فإن الصلاة مشهودة محضورة حتى تصلى العصر ثم أقصر عن الصلاة) معنى :أقبل الفىء ظهر إلى جهة المشرق ، والفىء مختص بما بعد الزوال ، وأما الظل فيقع على ما قبل الزوال وبعده(شرح النووى على مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب اسلام عمروبن عبسة)

وإنما سمى بعد الزوال فيئا لأنه ظل فاء من جانب إلى جانب أى :رجع، والفىء الرجوع، هذا كلام ابن قتيبة وهو نفيس، وقد ذكره غيره ما ليس بصحيح فلم أعرج عليه والله تعالى أعلم(تهذيب الاسماء واللغات للنووى، حرف الظاء)

الـصَّلاـةَ مَشْهُـو دَةٌ مَكْتُوبَةٌ حَتَّى يَعْدِلَ الرُّمْحُ ظِلَّهُ ثُمَّ أَقْصِرُ فَإِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ وَتُـفْتَحُ أَبْوَابُهَا فَإِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلِّ مَا شِئْتَ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ حَتَّى تُـصَـلِّـيَ الْعَصْرَ ثُمَّ أَقْصِرُ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَيُصَلِّي لَهَا الْكُفَّارُ(ابو داؤد، حديث نمبر ۱۲۷۹)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب آپ صبح کی نماز پڑھ لیں، تو سورج طلوع ہونے تک نماز سے رُکے رہیں، جب تک کہ سورج ایک یا دو نیزوں کے بقدر بلند نہ ہوجائے، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے، اوراس وقت اس کے لئے کفار نماز پڑھتے (وعبادت کرتے) ہیں، پھر اس کے بعد آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کی جاتی ہے، اور لکھی جاتی ہے، یہاں تک کہ نیزہ اپنے اصلی سایہ کے برابر پہنچ جائے (یعنی نیزے وغیرہ کا سایہ اصلی ہوجائے، جوکہ ٹھیک دوپہر یعنی استوائے شمس کے وقت ہوتا ہے) تو آپ نماز سے رُک جائیں، کیونکہ جہنم اس وقت دھونکائی جاتی ہے، اوراس کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر جب سورج کا زوال ہوجائے، تو آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کی جاتی ہے، یہاں تک کہ آپ عصر کی نماز پڑھ لیں، تو آپ نماز سے رُکے رہیں، سورج غروب ہونے تک، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے، اوراس کے لئے کفار نماز پڑھتے (وعبادت کرتے) ہیں (ترجمہ ختم)

حدیث میں نیزے کا ذکر بطور مثال کے کیا گیا ہے، اور مقصد یہ ہے کہ جب بھی کسی چیز کا سایہ مغرب کی طرف سے کم ہوتے ہوتے آخری انتہاء پر پہنچ جائے، تو وہ ٹھیک دوپہر یعنی استوائے شمس کا وقت ہے، اوراس وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے، تا آنکہ وہ سایہ مشرق کی طرف بڑھنا شروع ہوجائے، کیونکہ اس وقت سورج کا زوال ہوجاتا ہے، اور ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ [۱]

---

[۱] وأقـول لا يحتاج إل هذا التكلف لأن الباء للإلصاق، والرمح كناية عن الشاخص والتقدير حتى يقل الظل الملصق بالشاخص :أى ينتهى إلى غاية قلته، أو حتى ينتهى :أى يـرتفع الظل الملصق بالشاخص عما حواليه حتـى لا يبـقـى عـلـى الأرض منه إلا قدر لا يظهر ببادى الرأى، وما ذكر هو ما فى نسخ مسلم المعتمدة، وفى بـعض نسخه حتى يستقل الرمح بالظل وقال القاضى عياض :معنى قوله يستقل الظل بالرمح :أى يكون ظله قليلاً كأنه قال حتى يقل ظل الرمح، والباء زائدة جاء ت لتحسين الكلام، وقد جاء فى رواية أبى داود حتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ أَمْرٍ أَنْتَ بِهِ عَالِمٌ وَأَنَا بِهِ جَاهِلٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ هَلْ مِنْ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سَاعَةٌ تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ قَالَ نَعَمْ إِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَدَعْ الصَّلَاةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بِقَرْنَيْ الشَّيْطَانِ ثُمَّ صَلِّ فَالصَّلَاةُ مَحْضُورَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ حَتَّى تَسْتَوِيَ الشَّمْسُ عَلَى رَأْسِكَ كَالرُّمْحِ فَإِذَا كَانَتْ عَلَى رَأْسِكَ كَالرُّمْحِ فَدَعْ الصَّلَاةَ فَإِنَّ تِلْكَ السَّاعَةَ تُسْجَرُ فِيهَا جَهَنَّمُ وَتُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُهَا حَتَّى تَزِيغَ الشَّمْسُ عَنْ حَاجِبِكَ الْأَيْمَنِ فَإِذَا زَالَتْ فَالصَّلَاةُ مَحْضُورَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ دَعْ الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ (ابنِ ماجة، حديث نمبر ۱۲۴۲، واللفظ لهٗ، سنن البيهقى حديث نمبر ۴۵۶۱، صحيح ابنِ حبان ، ج۴ص ۴۰۹، مستدرک حاکم حديث نمبر ۶۲۶۳، مسند البزار حديث نمبر ۸۵۲۴)

ترجمہ: حضرت صفوان بن معطل نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ایسی چیز کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں، جس کا آپ کو علم ہے، اور مجھے علم نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیا سوال ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا رات اور دن کے اوقات میں کوئی وقت ایسا ہے کہ جس میں نماز مکروہ ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک کہ جب آپ صبح کی نماز پڑھ لیں، تو آپ نماز سے رُکے رہیں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے، کیونکہ سورج شیطان کے دوسینگوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے، پھر طلوع ہوجانے کے بعد آپ جتنی چاہیں نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کی جاتی اور قبول کی جاتی ہے، یہاں تک کہ سورج آپ کے سر پر نیزے کی طرح برابر نہ ہوجائے (یعنی جس طرح نیزہ سیدھا ہوتا ہے، اسی طرح وہ آپ کے اوپر سیدھ میں آجائے، نہ تو مغرب کی طرف ہو، اور نہ ہی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يعدل الرمح ظله قال الخطابى :هذا إذا قامت الشمس وتناهى قصر الظل، ولا أدرى موافقة هذا ليعدل، ولعل معنى يعدل هنا يكون مثله فى الظل لا يزيد كما لا يزيد الرمح فى طوله، أو يكون يعدل بمعنى يصرف كأن الرمح صرف ظله عن النقص إلى الزيادة ومن الميل إلى المغرب إلى المشرق وأضافها إلى الرمح لأنه سبب(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين،باب الرجاء)

مشرق کی طرف) تو جب سورج آپ کے سر پر نیزے کی طرح ہو، تو آپ نماز نہ پڑھیں، کیونکہ اس وقت میں جہنم کو دھونکایا جاتا ہے، اور اس کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ سورج آپ کی دائیں طرف سے نہ ہٹ جائے (یعنی سورج اوپر کی سیدھ میں سے مغرب کی طرف نہ ہوجائے) پس جب زوال ہوجائے، تو آپ نماز پڑھیں، کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے، اور قبول کی جاتی ہے، یہاں تک کہ آپ عصر کی نماز پڑھ لیں، پھر نماز سے رکے رہیں، یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جن اوقات میں نماز پڑھنا منع ہے، اُن میں سے ایک وقت نصفُ النہار کا بھی ہے، جس سے طلوع سے غروب کے وقت کا بالکل درمیانی وقت مراد ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّـهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلاةِ فِي ثَلاثِ سَاعَاتٍ :عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ حَتّٰى تَطْلُعَ، وَنِصْفِ النَّهَارِ، وَعِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ ."(المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۹۹۵، المعجم الاوسط للطبراني حديث نمبر ۴۶۵۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے تین اوقات میں نماز سے منع فرمایا، ایک سورج طلوع ہونے کے

---

[1] قال الطبراني:

لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ يُونُسَ إِلا عُبَيْدُ اللَّهِ بن عَمْرٍو (حواله بالا)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط وفيه ابن لهيعة وفيه كلام (مجمع الزوائد ج۲ ص ۲۲۸)

قلت: ولم اجد في الكبير والاوسط للطبراني ابن لهيعة.

وعُبَيد الله بن عَمْرو بن أَبي الوليد الأسدي، أبو وهب الرَّقِّيّ مولى بني أسد............

قال أبو بكر بن أَبي خيثمة، عن يحيى بن مَعِين :ثقة. وكذلك قال النَّسَائي.

وَقَال أبو حاتم :صالح الحديث، ثقة، صدوق، لا أعرف له حديثًا منكرا، هو أحب الي من زهير بن محمد...........وَقَال محمد بن سعد :كان ثقة، صدوقا، كثير الحديث وربماأخطأ، وكان أحفظ من روى عن عبد الكريم الجزري، ولم يكن أحد ينازعه في الفتوى في دهره (تهذيب الكمال ج ۱۹ ص ۱۳۶ تا ۱۳۹)

ويونس بن عُبَيد بن دينار العبدي، أبو عَبد الله، ويُقال :أبو عُبَيد البَصْرِيّ، مولى عبدالقيس .رأى إبراهيم النخعي، وأنس بن مالك، وسَعِيد بن جبير...........قال البخاري، عن علي ابن المديني :له نحو مئتي حديث .وذكره محمد بن سعد في الطبقة الرابعة من أهل البصرة، وَقَال :كان ثقة كثير الحديث .وَقَال أبو طالب عن أحمد بن حنبل، وإسحاق بن منصور عن يحيى بن مَعِين، وأبو عبد الرحمن النَّسَائي : ثقة...........وَقَال أبو حاتم : ثقة، وهو أحب إلي من هشام بن حسان وأكبر من سُلَيمان التَّيْمِيّ، ولا يبلغ التَّيْمِيّ منزلة يونس بن عُبَيد (تهذيب الكمال ج ۳۲ ص ۵۱۷ تا ۵۲۰)

وقت جب تک سورج طلوع نہ ہوجائے، دوسرے نصف النہار کے وقت، اور تیسرے سورج غروب ہونے کے وقت (ترجمہ ختم)

اور نصف النہار سے حقیقی وعرفی نصف النہار مراد ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

اور حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ (ترمذی حدیث نمبر ۱۹۵، واللفظ لہٗ، سنن نسائی حدیث نمبر ۵۶۴، باب النہی عن الصلاۃ نصف النہار، السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر ۱۵۴۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے یا ہمیں اپنے مُردوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے، ایک تو اس وقت جب سورج واضح طلوع ہورہا ہو، یہاں تک کہ وہ بلند نہ ہوجائے، اور دوسرے اس وقت جبکہ دوپہر کو کھڑی ہوئی چیز کا سایہ ٹھہر جائے (یعنی ٹھیک دوپہر کے وقت) اور تیسرے اس وقت جبکہ سورج غروب ہونے کے قریب ہوجائے، یہاں تک کہ غروب نہ ہوجائے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ سورج طلوع ہونے کے وقت جب تک طلوع ہوکر بلند نہ ہوجائے، اور سورج غروب ہونے کے وقت جب غروب کے قریب ہوجائے، غروب ہونے تک، اور ٹھیک دوپہر کے وقت ہر قسم کی نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ سورج کے طلوع ہونے کا وقت یہ ہے کہ مشرقی افق میں سورج کا اوپر والا کنارہ ظاہر ہوجائے، اور سورج کی ٹکیہ کا اُفق سے مکمل اوپر آجانا ضروری نہیں۔

اور اس کے برعکس سورج کے غروب ہونے کا وقت یہ ہے کہ مغربی اُفق میں سورج کا اوپر والا کنارہ غائب ہوجائے، یعنی سورج کی مکمل ٹکیہ افق میں غائب ہوجائے۔

اور اسی طلوع وغروب کے بالکل درمیانی وقت کا نام استوائے شمس ہے۔

اور حدیث میں جو استوائے شمس کے وقت کو سایہ ٹھہر جانے سے تعبیر کیا گیا ہے، تو اس سے مراد حقیقت میں

---

[1] اور نصف النہار شرعی یعنی ضحوۂ کبریٰ مراد ہونے کا مفہوم مراد لینا دوسری صحیح احادیث کے خلاف ہے، اس لئے درست نہیں۔ بہرحال دوسری صحیح احادیث کے پیشِ نظر اس قسم کی روایات میں مذکور نصف النہار سے استوائے شمس کے معنیٰ متعین ہیں، البتہ اگر دوسری صحیح احادیث میں یہ تعیین نہ ہوتی، تو پھر یہ احتمال قابلِ قبول ہوسکتا تھا۔

ٹھہرنا نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ جب اُس کا سایہ نہ تو مشرق کی طرف ہو، اور نہ مغرب کی طرف، بلکہ بالکل درمیان میں ہو، جس کو شرعاً استوائے شمس اور نصف النہار حقیقی یا عرفی کہا جاتا ہے۔

اور ٹھیک دوپہر (یعنی استوائے شمس) کے وقت جو کسی چیز کا سایہ ہوتا ہے، وہ سایۂ اصلی کہلاتا ہے۔ [۱]

اور استوائے شمس کا وقت وہ کہلاتا ہے، جو سورج کے طلوع ہونے سے لے کر اُس کے غروب ہونے تک کا بالکل درمیانہ وقت ہو۔ [۲]

اور یہ وقت زیادہ لمبا نہیں ہوتا، بلکہ آناً فاناً شروع ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ اس وقت میں نماز کا کوئی حصہ واقع نہ ہو۔ [۳]

---

[۱] سایۂ اصلی دراصل وہ سایہ ہے، جو عین استوائے شمس کے وقت ہوا کرتا ہے، اور یہ سایہ مختلف ملکوں اور علاقوں کے اعتبار سے چھوٹا بڑا ہوتا ہے، جو علاقے خطِ استواء کے بالکل نیچے ہیں، ان میں یہ سایہ بالکل نہیں ہوتا، پھر جو علاقہ خطِ استواء کے جتنا قریب ہوتا ہے، اس میں استوائے شمس کے وقت یہ سایۂ اصلی اتنا ہی چھوٹا ہوتا ہے، اور جون جونسے علاقے خطِ استواء سے دور اور قطبین کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں، یہ سایۂ اصلی بھی بڑھتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ قطبین کے قریب ترین بعض علاقوں میں استوائے شمس کے وقت کا سایۂ اصلی غیر معمولی بڑا مثلاً ایک دو مثل تک پہنچ جاتا ہے۔

[۲] (وحين يقوم قائم الظهيرة)أى يقف ويستقر الظل الذى يقف عادة عند الظهيرة حسب ما يبدو فإن الظل عند الظهيرة لا يظهر له سرعة حركة حتى يظهر أى المعنى أنه واقف وهو سائر حقيقة فى المجمع إذا بلغت الشمس وسط السماء أبطأت حركتها إلى أن تزول فيحسب أنها وقفت وهى سائرة ولا شك أن الظل تابع لها والحاصل أن المراد وعند الاستواء (حاشية السندى على ابنِ ماجة، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى الاوقات التي لايصلى فيها على الميت ولايدفن)

[۳] البتہ ہر شخص کے لئے اس کا معاینہ ومشاہدہ مشکل ہے، اس لئے احتیاط ضروی ہے، اور وہ یہ ہے کہ معیاری اور مستند نقشوں میں درج استوائے شمس کے وقت سے چند منٹ پہلے اور چند منٹ بعد تک نماز سے رکے رہیں۔

لیکن اگر کسی نقشہ میں عین استوائے شمس کے بجائے احتیاط شامل کر کے زوال کا وقت درج کیا گیا ہو، تو پھر اس وقت سے بعد میں احتیاط کی ضرورت نہیں۔

قال الطيبى الشمس إذا بلغت وسط السماء أبطأت حركة الظل إلى أن تزول فيتخيل للناظر المتأمل أنها وقفت وهى سائرة قلت قال تعالى وترى الجبال تحسبها جامدة وهى تمر مر السحاب النمل والله أعلم بالصواب قال النووى معناه حين لا يبقى للقائم فى الظهيرة ظل فى المشرق والمغرب قال ابن حجر الظهيرة هى نصف النهار وقائمها إما الظل وقيامه وقوفه من قامت به دابته وقفت والمراد بوقوفه بطء حركته الناشىء عن بطء حركة الشمس حينئذ باعتبار ما يظهر للناظر ببادىء الرأى وإلا فهى سائرة على حالها وأما القائم فيها لأنه حينئذ لا يميل له ظل إلى جهة المشرق ولا إلى جهة المغرب وذلک كله كناية عن وقت استواء الشمس فى وسط السماء حتى تميل الشمس أى من المشرق إلى المغرب وتزول عن وسط السماء إلى الجانب الغربى وميلها هذا هو الزوال قال ابن حجر ووقت الاستواء المذكور وإن كان وقتا ضيقا لا يسع صلاة إلا أنه يسع التحريمة فيحرم تعمد التحريم فيه (مرقاة، كتاب الصلاة، باب بعدباب سجود القرآن)

مذکورا حادیث سے معلوم ہوا کہ دو پہر کے جس وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اس سے مراد استوائے شمس کا وقت ہے، جس کو نصفُ النہار حقیقی یا عرفی کہا جاتا ہے۔

اور اُس نصفُ النہار کا وقت مراد نہیں، جس کو ضحوۂ کبریٰ کہا جاتا ہے (جیسا کہ بعض نے سمجھا) اور ضحوۂ کبریٰ کا وقت وہ کہلاتا ہے، جو صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا بالکل درمیانہ وقت ہو۔

پس ضحوۂ کبریٰ کا وقت استوائے شمس کے وقت سے کچھ پہلے ہوتا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر اور دیگر صحابۂ کرام سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ (بخاری، حدیث نمبر ۵۴۷)

---

[1] اور ضحوۂ کبریٰ کے استوائے شمس سے پہلے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر سورج طلوع ہونے تک جتنا وقت کسی دن ہوتا ہے، اُس کا نصف وقت، زوال سے پہلے شامل کرلیا جائے، مثلاً اگر کسی دن صبح صادق سے سورج طلوع ہونے کے درمیان ڈیڑھ گھنٹہ کا وقت ہے، تو زوال سے پونا گھنٹہ پہلے ضحوۂ کبریٰ کا وقت کہلائے گا، اور ضحوۂ کبریٰ کا یہ وقت وہی ہے، جس سے پہلے پہلے مخصوص روزوں کی نیت کرنا درست کہلاتا ہے۔

اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے جو نصفُ النہار کے مکروہ وقت کے بارے میں ائمۂ ماوراء النہر اور ائمۂ خوارزم کے دو قول نقل فرمائے ہیں، اُن میں سے ائمۂ ماوراء النہر کا قول احادیث کے مطابق ہونے کی وجہ سے راجح ہے، اور وقتِ مکروہ میں نماز سے مراد اس کا جزو واقع ہونا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا، اور ائمۂ خوارزم کے قول کو احتیاط پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس صورت میں زیادہ وقت تک نماز سے روکے رکھنا لازم آتا ہے، جبکہ فقہائے کرام نے تکثیرِ صلاۃ کی علت کو اپنے مقام پر مؤثر و معتبر سمجھا ہے، کما فی العصر

اور زوال یا فیئ یا استواء ان میں کسی بھی لفظ کا ضحوۂ کبریٰ کے اوپر اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ ضحوۂ کبریٰ ظاہر ہے کہ ان سے پہلے واقع ہوتا ہے۔ فلا اشکال۔

قوله :(واستواء)التعبير به أولى من التعبير بوقت الزوال، لان وقت الزوال لا تكره فيه الصلاة إجماعا .بحر عن الحلية :أي لانه يدخبه وقت الظهر كما مر .وفي شرح النقاية للبرجندي :وقد وقع في عبارات الفقها أن الوقت المكروه هو عند انتصاف النهار إلى أن تزول الشمس، ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل، وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار الشرعي، وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به ا ه .إسماعيل ونوح وحموي .وفي القنية : واختلف في وقت الكراهة عند الزوال، فقيل من نصف النهار إلى الزوال لرواية أبي سعيد عن النبي (ص) أنه نهى عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس .قال ركن الدين الصباغي :وما أحسن هذا لان النهي عن الصلاة فيه يعتمد تصورها فيها ه .وعزا في القهستاني القول بأن المراد انتصاف النهار العرفي إلى أئمة ما رواه النهر، وبأن المراد انتصاف النهر الشرعي وهو الضحوة الكبرى إلى الزوال إلى أئمة خوارزم (ردالمحتار ج ا ص ا ۴۰)

(والاستواء) أي وقت وقوف الشمس في نصف النهار (مجمع الانهر)

ترجمہ: نبی ﷺ نے صبح کے بعد سے سورج کے (طلوع ہونے کے بعد) روشن ہونے تک اور عصر کے بعد سے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے بعد سوائے فجر کے اور کوئی نماز پڑھنا منع ہے (البتہ قضاء نماز جائز ہے، کما مر) تا آنکہ سورج طلوع ہوکر بلند نہ ہوجائے، اور اسی طرح اس کے برعکس عصر کی نماز کے بعد غروب ہونے تک بھی نماز پڑھنا منع ہے (البتہ غروب سے کچھ پہلے تک قضا نماز جائز ہے) [1]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نَهٰی رَسُولُ اللهِ ﷺ ، عَنْ صَلاتَيْنِ ، عَنِ الصَّلاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۷۴۰۰، کتاب الصلاة، باب من قال لاصلاة بعد الفجر، واللفظ لهٔ،بخاری، حدیث نمبر ۵۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے طلوعِ فجر کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد سے سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

ظاہر ہے کہ طلوعِ فجر کے بعد فجر کی سنتیں اور فرض بھی ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک فرض نماز کی ممانعت نہیں، لہٰذا قضا نماز اس وقت پڑھنا جائز ہے، اور اسی طرح عصر کے بعد بھی سورج

---

[1] قوله حتى تشرق بضم التاء من الإشراق يقال أشرقت الشمس ارتفعت وأضاء ت ويروى بفتح أوله وضم ثالثه بوزن تغرب يقال شرقت الشمس أى طلعت وفى المحكم أشرقت الشمس أضاء ت وانبسطت وقيل شرقت وأشرقت أضاء ت وشرقت بالكسر دنت للغروب وكذا حكاه ابن القطاع فيه أفعاله وزعم أنه قوله الأصمعى وابن خالويه فى كتاب ليس وقطرب فى كتاب الأزمنة وقال عياض المراد من الطلوع ارتفاعها وإشراقها وإضاء تها لا مجرد طلوع قرصها (ذكر ما يستنبط منه) احتج به أبو حنيفة على أنه يكره أن يتنفل بعد صلاة الفجر حتى تطلع الشمس وبعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس وبه قال الحسن البصرى وسعيد بن المسيب والعلاء بن زياد وحميد بن عبد الرحمن وقال النخعى كانوا يكرهون ذلك وهو قول جماعة من الصحابة وقال ابن بطال تواترت الأحاديث عن النبى أنه نهى عن الصلاة بعد الصبح وبعد العصر وكان عمر رضى الله تعالى عنه يضرب على الركعتين بعد العصر بمحضر من الصحابة من غير نكير فدل على أن صلاته مخصوصة به دون أمته وكره ذلك على بن أبى طالب وعبد الله بن مسعود وأبو هريرة وسمرة بن جندب وزيد بن ثابت وسلمة بن عمرو وكعب بن مرة وأبو أمامة وعمرو بن عنبسة وعائشة والصنابحى واسمه عبد الرحمن بن عسيلة وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عمرو وفى مصنف ابن أبى شيبة عن أبى العالية قال لا تصلح الصلاة بعد العصر حتى تغيب الشمس وبعد الصبح حتى تطلع الشمس قال وكان عمر رضى الله تعالى عنه يضرب على ذلك وعن الأشتر قال كان خالد بن الوليد يضرب الناس على الصلاة بعد العصر وكرهها سالم ومحمد بن سيرين وعن ابن عمر قال صليت مع النبى ومع أبى بكر وعمر وعثمان فلا صلاة بعد الغداة حتى تطلع الشمس (عمدة القارى، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس)

Idara Ghufran

کے غروب کے قریب ہونے تک۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيبَ الشَّمْسُ (بخاری، حدیث نمبر ۱ ۵۵، واللفظ لہٗ؛ نسائی، حدیث نمبر ۵۶۶)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبح کے بعد سورج بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے، اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے (ترجمہ ختم)

سورج طلوع ہونے کے بعد بلند ہونے کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، فَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ (مسند احمد، حدیث نمبر ۵۸۳۷)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی ہے، پس فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّمَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ لِأَنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ فَشَغَلَهُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ لَهُمَا (ترمذی حدیث نمبر ۱۸۴، بَاب مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ) [۱]

---

[۱] قال الترمذی: وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَمَيْمُونَةَ وَأَبِي مُوسَى حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَهَذَا خِلَافُ مَا رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ نَهَى عَنْ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَصَحُّ حَيْثُ قَالَ لَمْ يَعُدْ لَهُمَا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ نَحْوُ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ فِي هَذَا الْبَابِ رِوَايَاتٌ رُوِيَ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دَخَلَ عَلَيْهَا بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَرُوِيَ عَنْهَا عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَالَّذِي اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ إِلَّا مَا اسْتُثْنِيَ مِنْ ذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَاةِ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ بَعْدَ الطَّوَافِ فَقَدْ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةٌ فِي ذَلِكَ وَقَدْ قَالَ بِهِ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَقُ وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں اس لئے پڑھیں، کیونکہ آپ کے پاس سامان آ گیا تھا، جس کی مشغولی کی وجہ سے ظہر کے بعد کی دو رکعتیں رہ گئی تھیں، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں عصر کے بعد پڑھا، پھر کبھی عصر کے بعد ان دو رکعتوں کو نہیں پڑھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي بَيْتِهَا بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَأَنَّهَا ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ هُمَا رَكْعَتَانِ كُنْتُ أُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الظُّهْرِ فَشُغِلْتُ عَنْهُمَا حَتّٰى صَلَّيْتُ الْعَصْرَ (نسائی، حدیث نمبر ۵۷۸)

ترجمہ: نبی ﷺ نے اُن کے گھر میں ایک مرتبہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، اور حضرت امِ سلمہ نے حضور ﷺ سے ان کے بارے میں ذکر کیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ دو رکعتیں ہیں جن کو میں ظہر کے بعد پڑھا کرتا ہوں، پس آج مشغولیت کی وجہ سے عصر کی نماز پڑھنے تک میں ان کو نہیں پڑھ سکا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَشُغِلَ عَنْهُمَا فَرَكَعَهُمَا حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ أَرَهُ يُصَلِّيهِمَا قَبْلُ وَلَا بَعْد (نسائی، حدیث نمبر ۵۸۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے، پس ایک دن یہ دو رکعتیں سورج غروب ہونے کے وقت پڑھیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دو رکعتیں اس سے پہلے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ إِنَّهُ شُغِلَ عَنْهُمَا أَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَثْبَتَهَا (نسائی، حدیث نمبر ۵۷۷)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمُ الصَّلَاةَ بِمَكَّةَ أَيْضًا بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَبَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ (ترمذی، باب مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ)

وقال ابن الملقن: وَحَدِيث ابْن عَبَّاس أصح حَيْثُ قَالَ: لم يعد لَهما (البدر المنير لابن الملقن، الحَدِيث الْحَادِي بعد الْأَرْبَعين)

Idara Ghufran

ترجمہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعتوں کے بارے میں سوال کیا، جو رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے، پھر کسی وقت مصروفیت یا بھول کی وجہ سے اُن کو نہیں پڑھ سکے، تو اُن کو عصر کے بعد پڑھا، اور رسول اللہ ﷺ جب کوئی نماز پڑھا کرتے تھے، تو اس پر مضبوطی (ودوام) کے ساتھ عمل کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی عادت عمل کو دوام اور مضبوطی کے ساتھ کرنے کی تھی، اور اسی وجہ سے عصر سے پہلے کی رہی ہوئی نماز کو عصر کے بعد پڑھا تھا، جو کہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی، جیسا کہ آگے احادیث میں آتا ہے۔

کئی روایات میں حضور ﷺ کا عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے، اور یہ سنتِ غیر مؤکدہ ہیں؛ اور کبھی حضور ﷺ چار کی بجائے دو رکعت پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث میں ذکر ہے، اور عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھی جائز ہے، مگر چار پڑھنا افضل ہے۔ [1]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يُصَلِّى بَعْدَ الْعَصْرِ وَيَنْهٰى عَنْهَا وَيُوَاصِلُ وَيَنْهٰى عَنِ الْوِصَالِ (ابو داؤد حدیث نمبر ۱۲۸۲. واللفظ لہٗ، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۳۸۹۹، سنن البیہقی حدیث نمبر ۴۵۷۷) [2]

---

[1] أى أحيانا فلا ينافى ما تقدم من الأربع. ومن جهة الاختلاف فى الروايات صار التخيير بين الأربع والركعتين جمعا بين الروايتين والأربع أفضل (عون المعبود، باب الصلاة قبل العصر)

قوله (يصلى قبل العصر أربع ركعات) فيه استحباب أربع ركعات قبل العصر، وروى أبو داود من طريق شعبة عن أبى إسحاق عن عاصم بن ضمرة عن على أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى قبل العصر ركعتين، فالمراد أنه صلى الله عليه وسلم أحيانا يصلى أربع ركعات وأحيانا ركعتين جمعا بين الروايتين، فالرجل مخير بين أن يصلى أربعا أو ركعتين والأربع أفضل (تحفة الاحوذى، باب ماجاء فى الاربع قبل العصر)

[2] وفيه محمد بن اسحاق قال ابن الملقن فيه: وهو صدوق، وحديثه فوق الحسن، وقد صححه جماعة. قال أحمد: حسن الحديث. وفى رواية عنه: كثير التدليس. وقال ابن (المدينى: حديث) حسن صحيح. وأثنى عليه أيضا محمد بن (شهاب) وشعبة وابن عيينة وأبو زرعة والبخارى، ووثقه العجلى وابن سعد. وقال يعقوب بن شيبة: حديثه صحيح. وقال ابن معين فى رواية الدورى والساجى: ثقة. وأخرج له البخارى تعليقا واستشهد به مسلم فى خمسة أحاديث. (......وقال بعد بحث طويل......)(المتحصل) من أمر ابن إسحاق الثقة والحفظ، ولا سيما السير (ولم) يصح عليه قادح. هذا آخر الكلام على أحاديث الباب بحمد الله (ومنته)(البدر المنير لابن الملقن، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، الحَدِيث الْخَمْسُونَ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ خود عصر کے بعد نماز پڑھا کرتے تھے، اور دوسروں کو ان سے منع فرماتے تھے، اور بغیر افطار کئے ہوئے لگاتار روزے رکھا کرتے تھے، اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بعض اوقات خود عصر کے بعد نماز پڑھا کرتے تھے، ممکن ہے کہ حضور ﷺ ظہر کے بعد یا عصر سے پہلے کی رہی ہوئی نماز کو ہی عصر کے بعد پڑھا کرتے ہوں، مگر دوسروں کو اس سے منع فرماتے ہوں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيّ صَلَّى الله عَلَيه وسَلم دَخَل عَلَيها بَعد العَصرِ فَصَلّٰى رَكعَتَينِ ، فَقُلتُ :يـا رَسُول الله أُحَدِّثُ النّاس ؟ قال :لا ، إنّ بِـلالا عَجَّل الإقامَة ، فَلَم أُصَلِّ الـرَّكعتَينِ قَبل العَصرِ فأَنا أَقضِيهُما الآن قُلتُ :يـا رَسُول الله أَفَنَقضِيهُما إِذا فاتَتنا ؟ قال :لا (العلل الواردة فى الأحاديث النبوية)

ترجمہ: نبی ﷺ عصر کے بعد ان کے پاس تشریف لائے، پھر دو رکعتیں پڑھیں، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا میں لوگوں کو یہ بات بیان نہ کردوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، حضرت بلال نے اقامت جلدی کہہ دی تھی، تو میں عصر سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا، اس لئے میں ان کو اب قضا کیا ہے، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا اگر ہم سے فوت ہوجائیں، تو کیا ہم بھی قضا کریں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں (ترجمہ ختم)

یہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے کچھ ضعیف ہے، مگر دوسری احادیث کے ساتھ مل کر قابلِ استدلال ہے۔ [1]

---

[1] امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عبیدہ بن معتب کی وجہ سے ضعیف اور اس روایت کو اسود اور مسروق کی روایت کے خلاف قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

وَخـالَـفَهُـمـا عُبَيـدَةُ بن مُعتِبٍ ، وكان ضَعِيفًا فَرَواهُ عَن إِبراهِيم ، عَنِ الأَسوَدِ ....ولا أَعلَمُ أَتَى بِهَذا اللَّفظِ سِوَى عُبَيدَة بِنِ مُعتِبٍ ، وهُو ضَعِيفٌ لا تَقُومُ بِهِ حُجَّةٌ(العلل الواردة فى الأحاديث النبوية)

مگر اولاً تو عبید بن معتب کی روایت استشہاداً قبول کی جاسکتی ہے، اور ہم نے اس کو استشہاد کے طور پر لیا ہے، دوسرے اسود اور مسروق کی روایات سے حضور ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر بعد عصر دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے، اور عبیدہ کی یہ روایت اس کے خلاف نہیں، اور اس میں صرف دوسروں کو قضاء نہ کرنے کی زیادتی ہے، اور یہ زیادتی ابوداؤد کی حضرت عائشہ ہی کی حدیث کے موافق ہے، جس میں حضور ﷺ کے خود پڑھنے اور دوسروں کو منع کرنے کا ذکر ہے، لہٰذا ان سب کے مجموعہ سے حضور ﷺ کا خود پڑھنا اور دوسروں کے لئے نہ پڑھنا اور الغرض حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وَقَال أبو أحمد بن عدى :وهو مع ضعفه يكتب حديثه .استشهد به البخارى ، وروى له أبو داود ، والتِّرمِذِيّ ، وابن ماجة(تهذيب الكمال ج ١٩ ص ٢٧٦)

بہر حال اس جیسی احادیث کی روشنی میں امت کے لیے عمومی حکم یہی ہے کہ عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے۔ اور عصر کے بعد سے مراد عصر کی نماز پڑھ چکنے کے بعد کا وقت ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی۔ [۱]

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے والوں کے ہاتھوں پر مار کر تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت مختار بن فلفل فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْأَيْدِى عَلَى صَلاَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ (مسلم، حديث نمبر ۱۹۷۵)

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عصر کے بعد نفل کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کے ہاتھوں پر مارا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا منع ہے، جس طرح سے کہ صبح صادق سے طلوع کے درمیان سوائے فجر کی نماز کے نفل کی نماز منع ہے۔

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّى إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ (نسائی، الصَّلَاةُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ ، حديث نمبر ۵۸۲؛ وسنن كبرىٰ نسائی، حديث نمبر ۱۵۵۹؛ معجم كبيرى طبرانی، حديث نمبر ۱۸۸۴۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ طلوعِ فجر کے بعد سوائے دو ہلکی پھلکی رکعتوں کے اور کوئی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[۱] قال العينی: هذا لا يصلح أن يكون دليلا لأن صلاته هذه كانت من خصائصه كما ذكرنا فلا يكون حجة لذاك (عمدة القاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب ما يصلى بعد العصر من الفوائت وغيرها)

وقال البيهقی: (ق) فَفِى هَذَا وَفِى بَعْضِ مَا مَضَى إِشَارَةٌ إِلَى اخْتِصَاصِهِ -صلى الله عليه وسلم -بِاسْتِدَامَةِ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ وُقُوعِ الْقَضَاءِ بِمَا فَعَلَ فِى بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ ، وَقَدْ مَضَى فِى رِوَايَةِ طَاوُسٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ :إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -أَنْ يُتَحَرَّى طُلُوعُ الشَّمْسِ وَغُرُوبُهَا ، وَكَأَنَّهَا لَمَّا رَأَتْهُ -صلى الله عليه وسلم -أَثْبَتَهُمَا حَمَلَتِ النَّهْىَ عَلَى هَاتَيْنِ السَّاعَتَيْنِ ، وَالنَّهْىُ ثَابِتٌ فِيهِمَا وَقَبْلَهُمَا كَمَا مَضَى ، فَحَمْلُ ذَلِكَ عَلَى اخْتِصَاصِهِ بِذَلِكَ أَوْلَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ(السنن الكبرى للبيهقی، حواله بالا)

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ

(ترمذی، بَاب مَا جَاءَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طلوعِ فجر کے بعد سوائے دوسجدوں (یعنی دو رکعتوں) کے کوئی نماز نہیں ہے (ترجمہ ختم)

دوسجدوں سے مراد دو رکعتیں ہیں۔ [1]

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی بعض احادیث میں دو رکعتوں کے صاف الفاظ ہیں، چنانچہ بعض روایات میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :لاَ صَلاَةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلاَّ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۷۴۴۶، من کرہ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَنْ يُصَلِّيَ أَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ، واللفظ لهٗ؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۴۷۵۶؛ سنن دار قطنی، حدیث نمبر ۹۷۷؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث نمبر ۵۶۱۴ باختصار)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طلوعِ فجر کے بعد سوائے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے کوئی نماز نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ طلوعِ فجر یعنی صبح صادق ہونے کے بعد سوائے فجر کی دوسنتوں کے اور کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں۔

حضرت معاذ قرشی سے روایت ہے:

أَنَّهُ طَافَ بِالْبَيْتِ مَعَ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ بَعْدَ الْعَصْرِ ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ فَلَمْ يُصَلِّ فَسَأَلْتُهُ ، فَقَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :لاَ صَلاَةَ بَعْدَ صَلاَتَيْنِ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۷۳۹۹، کتاب الصلاة، باب من قال لاصلاة بعد الفجر)

ترجمہ: انہوں نے حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کے ساتھ عصر کے بعد اور صبح کے بعد

---

[1] چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ إِنَّمَا يَقُولُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَحَفْصَةَ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ قُدَامَةَ بْنِ مُوسَى وَرَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ وَهُوَ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ كَرِهُوا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ (ترمذی، بَاب مَا جَاءَ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ)

طواف کیا، تو انہوں نے (طواف کے بعد کی) نماز نہیں پڑھی، تو میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو نمازوں کے بعد نماز نہیں ہے، ایک تو فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک، اور دوسرے عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی صبح صادق اور سورج طلوع ہونے کے درمیان، اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے کے درمیان طواف سے فارغ ہو، تو اس وقت میں طواف کی دو رکعت نفل پڑھنا بھی منع ہیں۔ اس لئے ان دو رکعتوں کو یہ وقت گزرنے کے بعد پڑھنا چاہیے۔

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لاَ صَلاَةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلاَّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۷۴۴۷، من کرہ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَنْ يُصَلِّيَ أَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ)

ترجمہ: طلوعِ فجر کے بعد سوائے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے کوئی نماز نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمرو بن مرہ فرماتے ہیں:

رَآنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَنَا أُصَلِّي بَعْضَ مَا فَاتَنِي مِنْ صَلاَةِ اللَّيْلِ بَعْدَ مَا طَلَعَ الْفَجْرُ، فَقَالَ :أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الصَّلاَةَ تُكْرَهُ هَذِهِ السَّاعَةَ إِلاَّ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الْفَجْرِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۷۴۴۹، من کرہ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَنْ يُصَلِّيَ أَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ)

ترجمہ: مجھے حضرت سعید بن مسیّب نے طلوعِ فجر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جو کہ میری رات (یعنی تہجد) کی نمازیں سے رہ گئیں تھیں، تو حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس وقت میں فجر کی نماز سے پہلے کی دو رکعتوں کے علاوہ ہر (نفل) نماز مکروہ ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

كَانُوا يَكْرَهُونَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَنْ يُصَلُّوا إِلاَّ رَكْعَتَيْنِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ۷۴۵۰، من کرہ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أَنْ يُصَلِّيَ أَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ)

ترجمہ: صحابۂ کرام وتابعینِ عظام طلوعِ فجر کے بعد سوائے دو رکعت (فجر کی سنتوں) کے اور کوئی (نفل) نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ سورج طلوع اور غروب ہونے کے وقت اوراسی طرح ٹھیک دوپہر یعنی استوائے شمس کے وقت اور غروب ہونے سے اتنی دیر پہلے کہ سورج کی روشنی پھیکی وماند پڑ جائے اور طلوع ہونے کے بعد اتنی دیر تک کہ جب تک سورج کی روشنی میں تیزی نہ آئے، نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور صبح صادق سے لے کر سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد غروب ہونے تک نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اور مکروہ اوقات بس یہی ہیں، جو ذکر کیے گئے، پس آج کل جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ آدھی رات کو بھی آدھے دن کی طرح مکروہ وقت ہوتا ہے، یہ غلط فہمی میں داخل ہے، البتہ آدھی رات کے بعد تک عشاء کی نماز کو مؤخر کرنا مکروہ ہے۔

فقط اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۴/رجب/۱۴۳۱ھ 17 / جون/2010ء ادارہ غفران، راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مولانا محمد ناصر

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

عورت کا گھر سے باہر نکلنا

(بسلسلہ: سوالات وجوابات)

مؤرخہ ۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ بمطابق دسمبر ۲۰۰۴ء بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر صاحب کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے، ٹیپ سے نقل کرنے، اور ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے انجام دی ہے، اور اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ان خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

سوال:...... کیا عورت کو ضروری اعمال مثلاً لکھنا، پڑھنا، ملازمت، عیادت، حج وغیرہ کے لیے اڑتالیس میل سے زائد بغیر محرم کے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دینی مسئلہ پوچھنے کا طریقہ

جواب: عوام کے لیے مسئلہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ متعین کر کے مسئلہ معلوم کریں، کیونکہ مجبوری اور عذر کے حالات میں شریعت کے احکام عام حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

پہلے تو سوال میں جو کئی چیزوں یعنی لکھنا، پڑھنا، ملازمت، عیادت وغیرہ پر پہلے سے اپنی طرف سے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، یہ غلط ہے، پھر سب کاموں کے لیے ایک اُصول معلوم کیا گیا ہے، تو عوام کے لیے یہ سوال کرنے کا صحیح طریقہ نہیں ہے۔

بلکہ عوام کے سوال کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے حالات متعین کر کے سوال کیا جائے، مثلاً اگر کوئی عورت ملازمت کرنا چاہتی ہے، تو اپنے حالات کی وضاحت کے ساتھ مسئلہ معلوم کرے، یا کوئی عورت عیادت کے لیے جانا چاہتی ہے، تو وہ اپنے حالات کی وضاحت کر کے مسئلہ معلوم کرے، اسی طرح اگر کوئی عورت حج پر جانا چاہتی ہے، تو وہ اپنے حالات لکھ کر معلوم کرے۔

بعض لوگ اس قسم مسائل معلوم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اس لیے اُصولی طور پر مسائل معلوم کررہے ہیں کہ لوگ ہم سے مختلف قسم کے مسائل پوچھتے ہیں، کوئی ملازمت کا مسئلہ پوچھتا ہے، کوئی عبادت کا مسئلہ پوچھتا ہے، کوئی حج کا مسئلہ پوچھتا ہے، کوئی لکھنے، پڑھنے کا مسئلہ پوچھتا ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں تمام مسائل معلوم ہوجائیں، تاکہ ہمارے لیے مسائل بتانا آسان ہوجائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسائل کا بتانا عوام کا کام نہیں، اہلِ علم کا کام ہے، اور لاعلم یا جاہل کو خود حکم ہے کہ وہ اپنا مسئلہ اہلِ علم سے معلوم کرے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورة النحل، آیت نمبر ۴۳)

تم اہلِ علم سے سوال کرو، اگر تمہیں علم نہیں۔

پھر اگر ہم نے کسی عامی آدمی کو اس قسم کے مسئلے بتا بھی دیئے، تو عین ممکن ہے کہ وہ لوگوں کے حالات پر مسائل کو غلط فِٹ کرلے، کیونکہ وہ لاعلم ہے، حج والا مسئلہ عبادت پر فِٹ کرلے گا، عبادت والا مسئلہ لکھنے پڑھنے کے مسئلے پر فِٹ کرلے گا، کیونکہ وہ شریعت کی بنیادی اور اُصولی تعلیم سے ناواقف ہے، پھر ایسی صورت میں اندھوں میں کانا راجا، والی بات ہوجائے گی، پوچھنے والے بھی جاہل اور بتانے والے بھی جاہل۔

اس لیے اگر کوئی کسی عامی شخص سے دین کا مسئلہ معلوم کرے تو اُسے چاہیے کہ صاف کہدے کہ بھائی میں کوئی مفتی صاحب نہیں ہوں، کسی مستند مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کرو۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ بعض لوگ اپنی علمیت کا منصب بلکہ مفتی کا عہدہ رکھنا چاہتے ہیں، اگرچہ مفتی کا لقب تو حاصل نہیں ہوا، لیکن لوگوں نے جو ایک طرح سے مفتی سمجھ رکھا ہے، اور اس طرح کا برتاؤ کر رکھا ہے کہ کوئی مسئلہ پوچھنے آرہا ہے، کوئی تعویز والا آرہا ہے، کوئی دَم والا آرہا ہے، تو اب یہ منصب جو حاصل ہوچکا ہے، تو اتنی جلدی یہ کہہ کر کہ بھائی ہمیں مسئلہ معلوم نہیں، اس منصب کو چھوڑنا آسان تھوڑا ہی ہے، ہاں اگر کسی میں خوفِ خدا ہو، تو اُس کے لیے یہ آسان ہوسکتا ہے۔

بہرحال اب کیونکہ سوال کرلیا گیا ہے، اس لیے چند باتیں عرض کردیتا ہوں:

عورت کا تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلنا

سوال میں جو عورت کا تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کا حکم معلوم کیا گیا ہے، تو اولاً تو سوال کرنے والے کے ذہن میں اُس تعلیم سے نماز، روزہ، اور دینی علم سیکھنا مراد نہیں ہوگا، دنیاوی علم سیکھنا

مراد ہوگا، حالانکہ عورت کے ذمے دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، جیسے نماز فرض ہے، تو نماز کے مسائل کے بارے میں علم حاصل کرنا چاہیے۔

پھر شریعت نے اولاً تو عورت کو گھر میں رہتے ہوئے دین پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور اس کے لیے انتظام بھی کر دیا ہے کہ اگر شادی شدہ نہیں ہے تو بچیوں کی دینی تعلیم کی ذمہ داری اُن کے والد کے ذمے ہے، اگر خدانخواستہ کسی کا والد نہ ہو، تو دادا کے ذمے ہے، ورنہ بھائیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بہنوں کی دینی تعلیم کا بندوبست کریں، اور جو خواتین شادی شدہ ہیں، تو اُن کی دینی تعلیم اُن کے شوہروں کے ذمے ہے۔

شادی سے پہلے دین پڑھانے اور دینی احکام سکھانے کی ذمہ داری والد اور ولی پر ہے، اور شادی کے بعد شوہر پر ہے، والد یا شوہر کے ذمے ضروری ہے کہ وہ عورت کو ضروری درجے کا دین سکھائے، پہلے خود سیکھے، پھر اُسے سکھائے، یا پوچھ پوچھ کر سکھائے کہ عورت کی ضروریات کی چیزیں پوچھ پوچھ کر اُسے بتائے، پھر اگر کسی کا شوہر نہ ہو، یا شوہر ہو، مگر وہ کوتاہی کرتا ہو، تو پھر بقدرِ ضرورت یعنی فرضِ عین علم حاصل کرنے کے لیے مجبوری کی وجہ سے چند شرائط کے ساتھ عورت کو گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔

عورتوں کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی شرائط

لیکن اُن شرائط میں سے ہر ہر شرط اتنی کڑی ہے کہ آج کل کی عورت کو گھر میں رہنا گوارا ہوسکتا ہے، ان شرائط پر چلنا گوارا نہیں ہوسکتا، کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ عورتیں لازماً بن سنور کر اور اکثر خوشبو لگا کر اور برقعے کے بغیر نکلتی ہیں، پھر گلی، راستے کے بیچ سے چلتی ہیں، اور پردے اور حیاء کے اُصولوں کے خلاف بے حیا انداز میں چلتی ہیں، چلنے کا انداز، لباس کا انداز، یہاں تک کہ دیکھنے اور بات کرنے کا انداز دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا ہوتا ہے، اس انداز سے بات کرتی ہیں کہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتی ہیں، ایسے انداز سے دوسروں کی طرف دیکھتی ہیں کہ دوسرا یہ سمجھتا ہے کہ یہ خاتون تو اپنی ہی ہے، کوئی غیر نہیں ہے، اور پھر اس کے بعد اس کی بھی منتظر رہتی ہیں کہ دوسرا بھی ہماری طرف متوجہ ہو رہا ہے یا نہیں۔ یہ ساری چیزیں شریعت کے خلاف ہیں۔

عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے، اگر نکلے تو پوری طرح پردے میں ہو کر نکلے، پھر ساتھ ساتھ یہ کہ خوشبو لگا کر نہ نکلے، اور راستے کے کنارے پر چلے، اور اپنی نظروں کو نیچی رکھے، اتنی ساری قیدیں ہوں اور جو برقعہ وغیرہ پہن رکھا ہو، وہ بھی ایسا چمک دار اور بھڑک دار نہ ہو کہ لوگوں کو بھڑکا دے۔

آج کل تو برقعے اور چادریں اس قسم کی چست، باریک اور پھول بوٹوں والی ہیں کہ بقول ایک بزرگ کے کہ عورتیں برقعوں پر ایسی چین اور بیل لگاتی ہیں کہ دیکھنے والے کا دل بے چین ہو جاتا ہے، اور وہ سوچتا ہے کہ کوئی حور کی بچی ہوگی، چاہے اندر سے چڑیل کی ماں ہی کیوں نہ نکلے۔

تو معلوم ہوا کہ آج کل کے پردوں میں بھی بے پردگی چھپی ہوئی ہے، پردے کا مقصد تو دوسرے کو فتنے اور وسوسوں سے، اور اپنی طرف مائل کرنے سے بچانا تھا، دوسروں کی نظروں کو اپنی طرف اُٹھنے سے بچانا تھا، لیکن آج کل کے برقعے اور چادریں اور پردے اپنی طرف مائل کرنے والے ہیں۔

لہٰذا آج کل بہت سی خواتین پردے میں ہونے کے باوجود بھی بے پردہ ہیں، ایسی عورتوں کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ:

نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ لا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلا يَجِدْنَ رِيحَهَا

(مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۳۸۸۹۷)

قیامت کے قریب کچھ عورتیں پیدا ہوں گے، جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن ننگی ہوں گی، دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی، اور اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی، وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی، جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھیں گی۔

تو بہر حال مروجہ طریقے پر عورتوں کے لیے بے پردہ ہو کر گھروں سے باہر نکل کر عصری تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانا جائز نہیں۔

اور اگر کوئی سخت ضرورت و مجبوری ہو اور تمام شرائط کا لحاظ بھی ہو، تو پھر اپنے حالات ذکر کر کے مسئلہ معلوم کرنا چاہئے۔

عورت کا ملازمت کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلنا

اور جہاں تک عورت کا ملازمت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کا تعلق ہے، تو یاد رکھنا چاہیے کہ شرعی اعتبار سے عورت کے ذمے کما کر لانا یا بازاروں سے چیزیں خرید کر لانا نہیں ہے، یا تو والد کے ذمے ہے، یا اگر شادی شدہ ہے، تو اُس کے شوہر کے ذمے ہے کہ گھر میں کما کر لائے، اور بازاروں سے چیزیں خرید کر لائے، یا کسی دوسرے کے ذریعہ سے مہیا کرا کر دے۔

عورت پر ملازمت کرنا فرض نہیں، عورت کا نان نفقہ مَرد کے ذمہ لازم ہے، مرد کا نان نفقہ عورت کے ذمہ

نہیں ہے، مگر آج کل معاملہ الٹا ہے، بقول شاعر کے کہ ؎

عورت تو ہے مردانی، اور مرد زنانہ ہے   لاحول ولاقوۃ، کیا اُلٹا زمانہ ہے

مرد صاحب ٹیک لگائے گھر میں بیٹھے ہیں، اور عورت زیب وزینت کر کے ملازمت کرنے جارہی ہے، اور ملازمت کر کے مال کما کر گھر میں لارہی ہے، یا پھر میاں بیوی دونوں ہی مال جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، یہ مال کی ہوس ہے، عورت کا اس طرح سے ملازمت کی غرض سے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں، یہاں تک کہ اگر شوہر طلاق بھی دیدے، تب بھی عورت کا نان نفقہ شریعت نے دوسروں پر لازم کیا ہے، خود عورت پر لازم نہیں کیا، مثلاً والد پر لازم کیا ہے، بھائیوں پر لازم کیا ہے، تو ان حالات میں بھی عورت پر ملازمت لازم نہیں ہے، البتہ عورت اگر مجبور ہے، کوئی کمانے اور بازار سے چیز لانے والا نہیں، اور وہ جائز طریقے سے کچھ کماتی ہے، اور ہوس بھی نہیں ہے، تو گھر سے باہر نکلنے کے بجائے گھر میں رہتے ہوئے کوئی بندوبست کرنا چاہیے، مثلاً یہ کہ عورت گھر میں کرسیاں بنا سکتی ہے، موم بتیاں بنا کر پیکٹ میں بھر کر کسی کے ذریعے بازار میں بھجوا سکتی ہے، یا ان کے علاوہ کوئی اور جائز ذریعۂ معاش اختیار کر سکتی ہے۔

آج کل بہت سی ضرورت مند پاکدامن عورتیں گھر میں رہتے ہوئے بھی دال روٹی کا بندوبست کر لیتی ہیں، اور اگر ان صورتوں پر کسی وجہ سے عمل ممکن نہیں، تو کسی کے گھر میں پردے کے ساتھ کوئی جائز خدمت تلاش کر لے، لیکن اس طرح سے نہیں جس طرح سے آج کل کی عورتیں زیب وزینت اور میک اپ کر کے جاتی ہیں، راستے میں بھی زیب وزینت ظاہر کرتی ہیں، اور دفتروں میں جا کر بھی محفلوں کی رونق بننے کی کوشش کرتی ہیں، ہمارے معاشرے میں کافروں کی تقلید کی وجہ سے یہ طریقے رائج ہوگئے ہیں، جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔

ضروریات کا وعدہ کیا ہے، خواہشات کا نہیں

یاد رکھیے! کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات کا وعدہ کیا ہے، خواہشات کا وعدہ نہیں کیا ہے مثلاً اپنی بیٹی کی شادی میں اتنا زیور اور اتنا جہیز چڑھانا ہے، اور ایسا ویسا کارڈ چھپوانا ہے، بارات کا ایسے عالی شان اور دھوم دھام والے طریقے سے استقبال اور انتظام کرنا ہے، فلاں رسم بھی کرنی ہے، یہ خواہشات ہیں، ضروریات نہیں ہیں، ان خواہشات کی تو کہیں بھی انتہا نہیں ہوتی۔

آج کل بعض عورتیں کہا کرتی ہیں کہ گزر بسر نہیں ہوتا، تو انہیں سوچنا چاہئے کہ خواہشات پوری کرنے لگ

جائیں تو گزر بسر کیسے ہوگا؟

کیونکہ خواہشات پوری کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھوڑا ہی ہے۔

خواہشات کے مطابق گزر بسر تو کافر بھی کررہے ہیں، جانور بھی کررہے ہیں، پھر انسانوں اور جانوروں اور مسلمانوں اور کافروں میں کیا فرق رہ گیا۔

اس لیے اگر کوئی عورت سوچے کہ ہماری ضروریات پوری نہیں ہورہیں، اس لیے میں تو مجبوری میں نکلتی ہوں، تو دیکھنا ہوگا کہ ضروریات ہیں یا خواہشات ہیں؛ اگر غور کریں تو اس دَور میں لوگوں کی خواہشات زیادہ ہیں، اور ضروریات تھوڑی ہیں، ورنہ یہی وجہ ہے کہ جو سادہ زندگی گزارنے والا ہے، وہ بہت تھوڑی آمدن میں گزارہ کرلیتا ہے، اور جو لوگ خواہشات میں مبتلا ہیں، اُنہیں یقین ہی نہیں آتا کہ کوئی شخص اتنی تھوڑی آمدن میں بھی گزر بسر کرسکتا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ ضرور کوئی نہ کوئی گڑ بڑ کرتا ہوگا، کہ دائیں بائیں ہاتھ مار کر اپنا گزر بسر کرتا ہوگا، کیونکہ اتنی رقم میں گزر بسر ہو ہی نہیں سکتا۔

حالانکہ یہ بات نہیں ہے، اس دور میں بھی ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ پورے پورے سال انہیں لباس خریدنے اور لباس بنوانے کی ضرورت نہیں پڑتی، کئی کئی سال تک ایک ہی قسم کے لباس میں گزر بسر کرتے رہتے ہیں، وہ کبھی اپنے ہاتھ سے گوشت خرید کر نہیں لاتے، دال روٹی پر اُن کا گزر بسر چلتا رہتا ہے، بے شمار لوگ ایسے موجود ہیں، تو اللہ کے بندے ضروریات اور خواہشات میں فرق کرتے ہیں، ضروریات پوری ہوجانے پر قناعت کرلیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے بھی ضروریات پوری کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو سب سے پہلے ضروریات اور خواہشات میں فرق کرنا چاہیے، اور اس کے بعد ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور خواہشات کو چھوڑ دینا چاہیے، ورنہ مال کی ہوس کئی گناہوں میں مبتلا کرادیتی ہے۔

عورت کا عیادت کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلنا

اور عورت کا عیادت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ عورت پر عیادت کرنے کے لیے جانا ضروری نہیں ہے، عورت عیادت مرد کے واسطے سے کرسکتی ہے۔

گھر میں رہتے ہوئے مرد کے ذریعے سے مریض کو سلام دعا کہلوادے، اُس کی مزاج پُرسی کرلے، یا پھر خط کے ذریعے سے یا ٹیلی فون کے ذریعے سے عورت مزاج پرسی کرسکتی ہے، مزاج پرسی کے لیے عورت کا

جانا ضروری نہیں۔

لوگوں نے عیادت کے فضائل سنے ہیں، عیادت کے مسائل نہیں سنے۔

جس طرح عیادت کے فضائل بہت ہیں، اسی طرح عیادت کے بہت سارے مسائل بھی ہیں کہ عیادت کس طرح سے جائز ہے، اور کس طرح جائز نہیں؛ مثلاً جب کوئی مریض کے پاس عیادت کے لیے جائے، تو وہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے، اس سے مریض کو تکلیف ہوتی ہے، مگر یہاں گھنٹوں گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں، کسی مریض کے پاس جاتے ہیں تو ایسی چیز لے کر جاتے ہیں، جس سے مریض کو کوئی راحت اور سکون نہیں ملتا، مثلاً پھولوں کا گلدستہ لے جائیں گے، پھر پہلے تو پھول اصلی چلتے تھے، اب نقلی اور جعلی ومصنوعی بھی چلنا شروع ہوگئے ہیں، نہ اُن میں خوشبو ہے، نہ کوئی اور فائدہ ہے، ہسپتال کے کمروں میں گلدستوں کا ڈھیر لگا ہوتا ہے۔

یہ ساری خرافات کافروں کی تقلید ہیں، ان میں کوئی بھی فائدہ نہیں ہے، بلکہ میرے نزدیک یہ اسراف اور فضول خرچی میں داخل ہیں۔

مریض کے لیے راحت کا انتظام کرنا چاہیے، شریعت نے یہاں تک اہتمام کیا ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھا جائے، اس لیے کہ مریض کئی مرتبہ تکلیف میں ہوتا ہے، وہ مختلف قسم کی آوازیں نکالنا چاہتا ہے، لیکن وہ دوسروں کی رعایت کرتے ہوئے آواز نہیں نکال پاتا، وہ کراہنا چاہتا ہے، مریض کو کراہنے اور آہ آہ کرنے میں بھی راحت محسوس ہوتی ہے، لیکن وہ دوسروں سے شرم کی وجہ سے اس تقاضے کو دبائے رکھتا ہے، اسی طریقے سے بسا اوقات مریض اپنی کروٹ بدلنا چاہتا ہے، یا کسی طریقے سے وہ بیٹھنے اور لیٹنے کو پسند کرتا ہے، لیکن دوسرے کے سامنے اس ہیئت کو اختیار کرتے ہوئے اس کو عار یا شرم محسوس ہوتی ہے۔

لیکن لوگ مریض کی راحت کے خلاف اُس کے پاس بیٹھے رہتے ہیں، البتہ اگر کسی شخص سے مریض کو خصوصی تعلق اور بے تکلفی ہو اور اُس کا بیٹھا رہنا مریض کو ناگوار نہ ہو، بلکہ پسند ہو تو پھر وہ مریض کی خوشی اور راحت کے لیے اُس کے پاس زیادہ دیر بھی بیٹھ سکتا ہے، شریعت نے اس کا بھی اہتمام کیا کہ اگر کوئی آدمی مریض کو اچھا نہ لگتا ہو، بُرا لگتا ہو، اور اس سے چڑ ہو، اُسے دیکھ کر مریض کو تکلیف ہوتی ہو، تو وہ عیادت کرنے کے لیے بھی مریض کے پاس نہ جائے، یا پہلے بُغض اور عداوت کو ختم کرے۔

بہرحال شریعت میں جہاں مریض کی عیادت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، تو وہاں مریض کو راحت

پہنچانے کا بھی شریعت نے بہت اہتمام کیا ہے، مگر آج کل عیادت عبادت کے بجائے ایک رسم بن گئی ہے، اس لئے عام حالات میں عورت کو عیادت کے لئے گھر سے نکلنا درست نہیں، البتہ والدین وغیرہ بیمار ہوں، تو ان کی خدمت کے لئے جانا جائز ہے۔

عورت کا ولیمے کے لیے گھر سے باہر نکلنا

اسی طرح ولیمے کے لیے بھی عورت کو گھر سے باہر نکلنے اور یہاں تک کہ ہوٹلوں میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، بالخصوص آج کل کے مروجہ ولیموں میں تو جانا شرعاً جائز بھی نظر نہیں آتا۔

اور مرد حضرات کے لئے بھی ولیمے میں شرکت ضروری نہیں بلکہ سنت ہے، کیونکہ ولیمہ کرنا سنت ہے، ضروری نہیں ہے۔ پھر ولیمے کی سنت پر عمل کرنے کے لیے اور اس سنت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے کچھ شرائط ہیں، مثلاً یہ کہ کسی فرض، واجب کی خلاف ورزی نہ ہو، کسی حرام عمل کا ارتکاب نہ ہو۔

جیسے کسی نے چار سنتیں پڑھنی ہیں، تو بظاہر تو سنتیں ہیں، مگر اُن میں فرائض بھی رکھے ہوئے ہیں، مثلاً قرائت فرض ہے، رکوع فرض ہے، سجدہ فرض ہے، یہ اعمال فرض ہیں، اب اگر کوئی چار سنتیں پڑھتے ہوئے فرض چھوڑ دے، تو ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔

تو اسی طریقے سے ولیمہ سنت ہے، لیکن اس سنت کے اندر بہت سی چیزیں ضروری ہیں، یہ نہیں کہ کوئی اپنی حیثیت سے زیادہ بڑھ چڑھ کر ولیمہ کرے، مثلاً قرض لے، یا اس کی وجہ سے فرضی اور واجبی حقوق تلف کرے، یا کھڑے ہو کر کھانا کھلائے، یا ولیمے کی تقریب میں بے پردگی ہو، یا اس میں تصویر سازی ہو، یا موسیقی ہو، تو اس طرح ثواب نہیں ہوتا، اُلٹا گناہ ہوتا ہے۔

آج کل لوگ زکاۃ ادا نہیں کرتے، لوگوں کا اپنے ذمہ میں لازم قرض ادا نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ، اور ولیمہ میں لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں، اس طرح کا طرزِ عمل شرعی حدود سے تجاوز ہے، ولیمہ ہوٹل کے بجائے گھر میں اور کئی کھانوں کے بجائے ایک قسم کے کھانے، بلکہ سادہ کھانے سے بھی ہوسکتا ہے، اور سنت سے ثابت ہے، گر آج کل اس کے لئے اکثر لوگ آمادہ نہیں۔

عورت کا محرم کے بغیر حج کرنے کے لیے جانا

سوال میں عورت کا محرم کے بغیر حج کے لیے جانے کا شرعی حکم معلوم کیا گیا ہے۔

تو یاد رکھیے کہ جب کسی پر حج فرض ہوتا ہے، تو شرعی اعتبار سے شرائط اور پابندیوں کے ساتھ فرض ہوتا ہے،

عورت پر حج کرنا تب فرض ہوتا ہے، جب عورت کے ساتھ محرم بھی ہو، محرم کے بغیر حج کرنا فرض نہیں ہے۔ جیسے نماز فرض ہے، تو نماز کے لیے وضو کرنا بھی ضروری ہے، اگر کوئی نماز کو فرض سمجھے، اور نماز کے لیے وضو کو ضروری نہ سمجھے تو یہ غلط ہے۔ لہٰذا اگر کسی عورت کے پاس مال و دولت بہت زیادہ ہو، اور محرم میسر نہ ہو، تو عورت کے ذمہ اگرچہ حج تو فرض ہو گیا، لیکن حج کرنا فرض نہیں ہوا۔

اس کو آسان لفظوں میں مثال سے سمجھیے کہ جیسے نماز کا وقت داخل ہو گیا، لیکن انسان کے پاس نہ وضو کے لیے پانی ہے، اور نہ تیمّم کے لیے پاک مٹی میسر ہے، تو اس کے ذمے وقت داخل ہونے کی وجہ سے نماز فرض ہوگئی؛ نماز فرض ہونے کا سبب نماز کا وقت داخل ہو جانا ہے، جب نماز کا وقت داخل ہو گیا تو انسان کے ذمے نماز کی فرضیت ثابت ہوگئی، لیکن نماز ادا کرنا ابھی فرض نہیں ہوا، کیونکہ نماز کی ادائیگی کے لیے جو شرائط ہیں، یعنی پانی وغیرہ، تو بندہ ابھی تک اُن پر قادر نہیں ہے۔ بغیر اُن شرائط کو پورا کیے نماز پڑھنا صحیح نہیں۔

اسی طرح کسی کے پاس اتنا مال ہو گیا کہ جتنے مال کی مقدار پر زکاۃ فرض ہو جاتی ہے، یعنی مال نصاب کے برابر ہو چکا ہے، تو اُس کے ذمے زکاۃ تو فرض ہوگئی، لیکن زکاۃ ادا کرنا ابھی لازم نہیں ہوا، سال پورا ہونے کے بعد زکاۃ ادا کرنا لازم ہوگی۔

اسی طرح عورت پر نصاب کے برابر مال و دولت ہو جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے، لیکن حج کے لیے جانا اور سفر کرنا فرض نہیں ہوتا، عورت پر حج کرنے کے لیے سفر کرنا اور بیت اللہ جانا ضروری تب ہوگا کہ جب وہ تندرست بھی ہو، اور اُس کے ساتھ محرم بھی ہو؛ اگر کسی عورت کو محرم میسر نہیں، تو اس کے لیے اجازت نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے حج کرنے چلی جائے، یا کسی اجنبی یا غیر محرم کو اپنا محرم بنالے، شرعاً محرم اس طرح نہیں بنا کرتا، محرم بننے کے لیے کچھ کرنا پڑتا ہے، مثلاً محرم بنانے کے لیے عورت نکاح کرلے، نکاح کرنے سے عورت کو محرم میسر آ گیا، اب اُس عورت کے لیے اپنے محرم کے ساتھ حج کرنے کے لئے جانا بالکل جائز ہو جائے گا۔

شوق پورا کرنے کا نام دین نہیں

اب اگر کوئی کہے کہ جناب عورت نکاح کے قابل نہیں رہی، بوڑھی ہوگئی ہے، لہٰذا اب عورت نکاح کس لیے کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ شوق پورا کرنے کا نام دین نہیں ہے، اگر اللہ کا حکم پورا کرنا ہے تو بعض کام عقل کے خلاف بھی کرنے پڑیں گے، جیسے کہ حج کا سارا عمل بظاہر عقل کے خلاف ہے، ناخن کاٹنے منع

ہو جاتے ہیں، میل کچیل دُور کرنا منع ہو جاتا ہے، اور مرد کے لیے سِلے ہوئے کپڑے پہننا منع ہو جاتا ہے، اور بیت اللہ کے گرد چکر کاٹے جاتے ہیں، اور جنگل بیابان میں حج کرنے والے جاتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ عام زندگی میں ان اعمال کو عبادت قرار نہیں دیا گیا کہ آدمی کسی چیز کے گرد چکر کاٹے، کسی چیز کو چومے، اور بیابان جگہوں میں جا کر پڑاؤ ڈال لے، بیوی بچوں کو چھوڑ کر غیر آباد جگہوں اور جنگلوں میں جا پڑے، جمرات کو پتھر مارے۔ عام حالات میں یہ مہمل کام ہیں، عام دِنوں میں اگر جمرات کو پتھر مارے جائیں، تو شیطان کو نہیں لگتے، تو معلوم ہوا کہ اصل میں اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کا نام عبادت ہے۔

اللہ کا حکم عورت کے لیے بغیر محرم کے حج پر جانے کا نہیں ہے، جب اللہ کا حکم نہیں ہے تو پھر یہ عبادت کیسے ہو گیا، یہ تو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے گناہ ہو گیا۔

جو عورت محرم کے بغیر حج پر جاتی ہے، وہ اپنا شوق پورا کر رہی ہے، اور شوق پورا کرنے کا نام عبادت نہیں ہے، بلکہ اللہ کا حکم ماننے کا نام عبادت ہے۔

عورت کے لیے محرم کے بغیر شرعی سفر کرنا حلال نہیں

حضور ﷺ نے فرمادیا کہ:

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ (بخاری)

یعنی جو عورت اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، تو اُسے چاہیے کہ وہ بغیر محرم کے شرعی سفر نہ کرے، اور شرعی سفر اڑتالیس میل یا سوا ستتر کلومیٹر یا اس سے زیادہ کا ہوتا ہے۔

حدیث میں دو قیدیں لگا دی گئیں کہ جس عورت کا اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، تو وہ بغیر محرم کے شرعی سفر نہ کرے۔

تو پہلے اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہیے، اس کے بعد حج کا سوچنا چاہیے، جو عورت بغیر محرم کے شرعی سفر کرتی ہے، تو اُس کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان کمزور ہے، اگر ایمان مضبوط ہوتا، تو وہ اللہ کے حکم کو پیشِ نظر رکھتی۔

اب یوں تو ہر شخص کو ہی حج کرنے کی خواہش ہے، کون مسلمان ہے جسے حج کرنے کی خواہش نہ ہو، بلکہ بار بار حج کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔

تو اگر کوئی یہ سوچے کہ حج کرنا بہت بڑی عبادت ہے، عظیم سعادت ہے، اور اس کے پاس حج کے لیے پیسے کا انتظام نہیں ہو رہا، تو حج کے لیے وہ چوری، ڈکیتی کے ذریعے سے پیسے حاصل کرے، تو وہ شوق پورا کر رہا

ہے، عبادت نہیں کر رہا، کیونکہ اس کا طریقہ جائز نہیں ہے؛ اسی طرح اگر کوئی حج کرنا چاہتا ہے، لیکن حلال طریقے سے رقم حاصل نہیں کرتا، ناجائز طریقے پر پیسے کماتا ہے، دو نمبر مال بیچنا، دھوکہ دے کر مال کمانا، اور اس طرح مال جمع کر کے حج پر جانا، شوق پورا کرنا ہے، اللہ کا حکم پورا کرنا نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حرام مال سے صدقہ اور حج قبول نہیں فرماتے، اس کے لیے حلال مال ضروری ہے، ان اعمال کی ابتداء ہی مال سے ہوتی ہے، تو اگر انسان کا مال ہی گندہ اور ناپاک ہو، تو سفر ہی ناپاک اور گندہ ہو گیا، پھر حج کیسے پاک اور مقبول ہو جائے گا؟

پیسہ حج کے لیے، اور حج پیسہ کے لیے!!!

بعض اللہ کے بندے دین سے دُوری کے باعث ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم جو اس طرح ناجائز پیسہ اکھٹا کر رہے ہیں، وہ حج کے لیے کر رہے ہیں، پیسہ حج کے لیے، اور حج پیسہ کے لیے۔ پہلی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ پیسہ حج کے لیے اکھٹا کر رہے ہیں، لیکن حج پیسے کے لیے کر رہے ہیں، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

اس بات کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم حج اس لے کر رہے ہیں کہ حج سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ مال بھی پاک اور حلال ہو جاتا ہے، حج کرنے سے جیسے دوسرے تمام گناہ معاف ہوئے تو ناجائز اور حرام طریقے سے مال کمانا بھی معاف ہو گیا۔

حالانکہ گناہ اور بالخصوص کبیرہ گناہ کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے، اور صرف بیٹھ کر توبہ کر لینے سے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں، لیکن حقوق معاف نہیں ہوتے، حقوق ادا کرنا ضروری ہیں۔

اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا، پھر اُس نے توبہ کر لی، تو توبہ سے گناہ تو معاف ہو گیا، لیکن قضاء نمازیں اب بھی پڑھنا پڑیں گی۔ اسی طرح حقوق العباد ادا کرنے پڑیں گے، اس کے بغیر توبہ مکمل نہیں ہو گی۔

تو بہرحال جیسا کہ عرض کیا گیا کہ لوگوں نے عبادت کے فضائل سنے ہیں، عبادت کے مسائل نہیں سنے؛ اسی طرح حج کے فضائل سنے ہیں، حج کے مسائل نہیں سنے۔

یہ سنا ہے کہ حج کے فضائل بہت ہیں، حج کی اہمیت بہت ہے، لیکن حج کب کرنا چاہیے، اور کس طرح سے کرنا چاہیے، عورت محرم کے بغیر بھی حج کر سکتی ہے، یا نہیں کر سکتی، یہ باتیں معلوم نہیں۔

حج کے جس طرح بہت سارے فضائل ہیں، اسی طرح بہت سارے مسائل بھی ہیں، اُن مسائل کو سیکھنا اور اُن کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نسب

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے بتوائیل کے نواسہ ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام رفقہ یا ربقہ تھا۔

گزشتہ شماروں میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے قصہ میں گزر چکا ہے، کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی دو اولادیں ہوئی تھیں، ایک عیصو جس کو اہلِ عرب ''عیص'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور رومی آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور ایک یعقوب، اور بنی اسرائیل آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ [1]

جب آپ اپنی والدہ کے اشارہ پر فدان آرام چلے گئے، تو آپ کے ماموں الامان کے ہاں بیس سال تک بکریاں چرائی، اور ان کی دو بیٹیوں سے یکے بعد دیگرے نکاح فرمایا (اس زمانے میں دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز تھا، حضور ﷺ کی شریعت میں دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا جائز نہیں)

اولاد

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ان دونوں سے اولاد ہوئی، اور بنیامین کے علاوہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تمام اولاد اپنے ماموں کے ہی یہاں پیدا ہوئیں، اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام بیس سال بعد اپنے دادا کے دارالہجرت فلسطین میں آکر مقیم ہوئے، تو ان کے یہاں بنیامین کی ولادت ہوئی۔

قرآن مجید حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی کی تفصیلات کے حق میں قطعاً خاموش ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے جلیل القدر نبی، صاحبِ صبر و عزیمت

---

[1] أن إسحاق لما تزوج "رفقا "بنت بتوابيل فى حياة أبيه، كان عمره أربعين سنة، وأنها كانت عاقرا فدعا الله لها فحملت، فولدت غلامين توأمين :أولهما اسمه " عيصو "وهو الذى تسميه العرب "العيص "، وهو والد الروم .والثانى خرج وهو آخذ بعقب أخيه فسموه "يعقوب "وهو إسرائيل الذى ينتسب إليه بنو إسرائيل (قصص الانبياء لابنِ كثير ص۲۹۷)

اور یوسف علیہ السلام کے برگزیدہ باپ ہونے کا ذکر ملتا ہے۔
اوراسی ضمن میں نام لئے بغیر حضرت یوسف علیہ السلام کے دوسرے بھائیوں کا ذکر بھی آجاتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قرآن مجید میں ذکر

قرآن مجید میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا دس جگہ ذکرآتا ہے، اوراگر چہ سورہ یوسف میں جگہ جگہ ضمائر اوراوصاف کے لحاظ سے اوربعض دوسری سورتوں مثلاً سورہ مومنوں میں اوصاف کے اعتبار سے آپ کا تذکرہ موجود ہے۔چنانچہ سورہ بقرہ میں ۳ مرتبہ،سورہ انعام میں ایک،سورہ مریم میں ایک،سورہ انبیاء میں ایک،سورہ نساء میں ایک،سورہ یوسف میں ۲اورسورہ صٓ میں ا مرتبہ آپ کا ذکرِ گرامی کیا گیا ہے۔

اسرائیل کی وجہ تسمیہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام عبرانی زبان میں ''اسرائیل'' ہے، یہ ''اسراً'' (عبد) اور ''ایل'' (اللہ) دو لفظوں سے مرکب ہے،اورعربی میں اس کا ترجمہ ''عبداللہ'' سے کیا جاتا ہے۔
آپ کی اولاد اورنسل کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے،یعنی اسرائیل کی اولاد یا اولادِ یعقوب۔
آپ کے بارہ بیٹے تھے،ان سب سے نسل چلی،اس لئے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے اس قسم کی قدیم تاریخ اورخود اسلامی روایات میں مشہور ہیں،حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کوراتوں رات مصر سے لے کر چلے،تو بنی اسرائیل کے ان سب قبیلوں کے لوگ آپ کے ہمراہ تھے،اس لئے بحرِ قلزم میں بارہ راستے بنے۔اورمیدانِ تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے پتھر پر چھڑی مارنے سے چشمے رواں ہوئے،تو وہ بھی بارہ تھے۔ [1]
بنی اسرائیل کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہے، کہ اس تمام عرصہ میں (جو بعض مورخین کے مطابق لگ بھگ ۲ ہزار سال کا عرصہ بنتا ہے) نبوت بھی، اور دنیوی ریاست وسلطنت بھی مختلف دورانیوں اورمختلف مرحلوں میں اسی نسل میں دائر رہی۔

---

[1] جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:
وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (سوة بقرة آیت ٦٠)
یعنی اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے (اللہ سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (انہوں نے لاٹھی ماری) تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے،اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر (کے پانی پی) لیا (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پیو،مگر زمین میں فساد نہ کرتے پھرنا۔

خصوصاً نبوت کا سلسلہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد موسوی شریعت اور توراۃ کی تعلیمات کے تحت تسلسل اور تواتر سے ان میں جاری رہا۔تا آنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ سلسلہ مکمل ہوا، اور نبوت بنی اسماعیل میں منتقل ہوگئی،یعنی آخری نبی حضورﷺ بنی اسماعیل میں سے ہیں۔

پیغمبری

حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے، اور کنعان کے لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے،اور کئی برس تک اس خدمت کوانجام دیا۔ [۱]

قرآن مجید میں چونکہ ان کا تذکرہ زیادہ تر حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا ہے،اس لئے ان کی زندگی کے کچھ حالات کا تذکرہ وہاں بھی کیا جائے گا۔

وفات

مؤرخ ابنِ اسحاق کے بقول جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے ،تو سترہ سال تک حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مصر میں ٹھہرے رہے،اور مصر میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔

اورآپ کوآپ کی وصیت کے مطابق اپنے آباء حضرت اسحاق وحضرت ابراہیم علیہما السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا،وفات کے وقت آپ کی عمر۱۴۰سال تھی۔ [۲]

---

[۱] وأوحى الله تعالى إلى يعقوب أن يرجع إلى بلاد أبيه وقومه، ووعده بأن يكون معه، فعرض ذلک على أهله فأجابوه مبادرين إلى طاعته(قصص الانبياء لابنِ كثير ص۳۰۲)

[۲] وقد ذكر ابن إسحق عن أهل الكتاب :أن يعقوب أقام بديار مصر عند يوسف سبع عشرة سنة، ثم توفى عليه السلام.وكان قد أوصى إلى يوسف عليه السلام أن يدفن عند أبويه إبراهيم وإسحق.
قال السدى:فصبره وسيره إلى بلاد الشام فدفنه بالمغارة عند أبيه إسحق وجده الخليل عليهم السلام.وعند أهل الكتاب :أن عمر يعقوب يوم دخل مصر مائة وثلاثون سنة.وعندهم أنه أقام بأرض مصر سبع عشرة سنة، ومع هذا قالوا :فكان جميع عمره مائة وأربعين سنة.هذا نص كتابهم وهو غلط :إما فى النسخة، أو منهم، أو قد أسقطوا الكسر وليس بعادتهم فيما هو أكثر من هذا، فكيف يستعملون هذه الطريقة (هاهنا)؟ وقد قال تعالى (فى كتابه العزيز " :أم كنتم شهداء إذ حضر يعقوب الموت، إذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدى ؟ قالوا نعبد إلهک وإله آبائک إبراهيم وإسماعيل وإسحاق إلها واحدا، ونحن له مسلمون "يوصى بنيه بالاخلاص، وهو دين الاسلام الذى بعث الله به الانبياء عليهم السلام.وقد ذكر أهل الكتاب :أنه أوصى بنيه واحدا واحدا، وأخبرهم بما يكون من أمرهم، وبشر يهوذا بخروج نبى عظيم من نسله تطيعه الشعوب، وهو عيسى بن مريم.والله أعلم.(قصص الانبياء لابنِ كثير ص۳۵۷، ۳۵۸)

طب وصحت حکیم محمد فیضان

گرمیوں کا مفید پھل فالسہ

موسم گرما کے پھلوں میں فالسہ ایک مشہور اور ہر دل عزیز پھل ہے، بچے، بڑے سب ہی اسے رغبت سے کھاتے ہیں، سائز میں یہ جنگلی بیر کے برابر یا کچھ اس سے چھوٹا ہوتا ہے، پاکستان میں بکثرت پایا جاتا ہے، فالسہ کا درخت اونچا قد آور ہوتا ہے اور ماہ جون، جولائی میں پھل دیتا ہے۔

فالسہ کی دو اقسام پائی جاتی ہیں، ایک قسم پکنے کے شروع میں ترش اور پختہ ہونے کے بعد کھٹی میٹھی چاشنی دار ہوتی ہے، اسے فالسہ شربتی کہتے ہیں، دوسری قسم کم پائی جاتی ہے اسے فالسہ شکری کہتے ہیں۔

نام

فالسہ کو عربی میں فالسہ، فارسی میں پالسہ۔ سندھی میں پھاردان بنگالی زبان میں پھالسہ۔ انگریزی میں گریویا ایشیاٹیکا (Grevia Asiatica) کہتے ہیں۔

مزاج

اطبا کے نزدیک فالسہ کا مزاج سرد۲ وترا ہے، بقول بعض سرد وخشک ہے۔

مقدار خوراک

فالسہ بطور میوہ دو سے پانچ تولہ تک کھانا بہتر ہے، اور دواؤں میں اس کا رس دو تا تین تولہ تک جبکہ درخت فالسہ کا پوست عموماً ایک تولہ سے دو تولہ تک استعمال کیا جا سکتا ہے، نفع خاص صفراوی امراض اور اختلاج کو دور کرتا ہے۔

مضر: نفاخ ہے۔ **مصلح:** انیسون، نمک، اور معجون کمونی۔ **بدل:** آلو بخارا۔

فالسہ کے چند فوائد اور خواص

اس میں حیاتین، شحم، نشاستہ، کیلشیم، فولاد اور دیگر معدنیات ملتی ہیں، یہ دافع حدت ہونے کی وجہ سے صفراوی امراض کے لئے بہت مفید ہے، صفراوی بخاروں کے لئے مستعمل ہے، بخاروں میں تسکین کا باعث

Idara Ghufran

ہے، یہ مسکن صفراء ہونے کی وجہ سے پیاس کی شدت اور حرارت کو تسکین دیتا ہے، نظام ہضم کی اصلاح کرتا اور بھوک بڑھاتا ہے، اس کا پانی نچوڑ کر شربت بنا کر استعمال کیا جاتا ہے اور یہ شربت سر درد کو دور کر دیتا ہے اور معدہ وسینہ کی گرمی کو دور کرنے میں لاجواب چیز ہے۔

فالسہ سب ہی اعضائے رئیسہ کے لئے مفید ہے، یہ ٹھنڈک پیدا کرتا ہے، دل اور جگر کو تقویت دیتا ہے اور مقوی معدہ وجگر ہونے کی وجہ سے قے، متلی، خفقان (وحشت قلب) جیسے امراض قلب اور ضعف قلب کی وجہ سے ہونے والے امراض میں بہت مفید ہے، فالسہ پیشاب کی جلن اور سوزاک کو دور کرتا ہے، اس کے جڑ کی چھال، پوست بیج فالسہ شکری کے نام سے ملتی ہے جو مرض سوزاک اور پیشاب کی جلن، پیشاب قطرے قطرے آنا، پیشاب میں خون آنا کے لئے بہت فائدہ مند ہے، جریان اور احتلام کے عوارض میں اس کا استعمال مفید ہے، یہ عورتوں کے لئے مرض سیلان الرحم (لیکوریا) میں بے حد مفید ہے۔

نوٹ: سرد مزاج، سینے، پھیپھڑے اور حلق کے مریض اس کے استعمال سے پرہیز کریں، اس کو نمک لگا کر استعمال کرنا چاہئے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۰ ''اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟''﴾

مثلاً بابرکت حلال طیب مال والا بیمار ہو جائے، اور اس کو اپنے علاج کے لئے مال خرچ کرنا پڑ جائے تو اس کے ایک روپے کے علاج میں شفاء کی وہ تاثیر اللہ پاک رکھ دیں گے جو برکت سے خالی مال، حرام مال، مشکوک مال کے لاکھوں روپے میں بھی نہ ہوگی بابرکت مال سے خریدی جانیوالی ڈسپرین کی ایک گولی میں، حکیم کی ایک پڑیا میں وہ شفا ہوگی جو برکت سے خالی مال کے ذریعے ہزاروں کے لیبارٹری ٹیسٹوں میں، سپیشلسٹوں کی فیس اور ان کے تجویز وتشخیص کردہ مہنگے نسخوں میں، بھی نہ ہوگی۔ اور پھر مزے کی بات یہ کہ برکت اور حلت سے خالی ڈھیروں مال خرچ کر کے ملنے والی شفاء خود بھی استدراج کا حصہ اور باعث وبال ہوگی، برخلاف برکت والے مال کے ذریعے حاصل ہونے والی شفاء اور کئے جانے والے علاج کے (شائد یہی راز ہے کہ اطاعت پر ملنے والی نعمتوں کو مذکورہ آیت ''لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ '' کے الفاظ سے قرآن نے ذکر فرمایا ہے) یہی حال زندگی کے باقی سب معاملات کا بھی ہے کہ بابرکت وبے برکت مال واعمال اپنے اپنے اثرات اپنی اسی مذکورہ خاصیت کے مطابق ظاہر کرتے ہیں۔

(جاری ہے......)

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

- ......جمعہ ۱۳/۲۰/۲۷/جمادی الاخریٰ و ۵/رجب متعلقہ مساجد میں جمعہ کے وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں
- ......۸/۱۵/۲۲/۲۹/جمادی الاخریٰ اتوار بعد عصر کی ہفتہ وار مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔
- ......۸/جمادی الاخریٰ اتوار بعد ظہر مفتی منظور احمد صاحب زید مجدہٗ (جامعہ امدادیہ فیصل آباد) تشریف لائے، دارالافتاء میں حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات رہی، بعد عصر فیصل آباد کے لئے واپسی ہوئی۔
- ......۹/جمادی الاخریٰ سوموار، والدہ ماجدہ حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم دل کے عارضہ کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کی گئیں، چند دن ہسپتال میں رہیں۔
- ......۱۲/جمادی الاخریٰ جمعرات کو طالب علم شعیب احمد (برخوردار مفتی محمد یونس صاحب دامت برکاتہم) کے حفظ قرآن کی تکمیل ہوئی، اس موقعہ پر مفتی محمد یونس صاحب نے ادارہ میں مختصر ضیافت کی۔
- ......۱۲/جمادی الاخریٰ جمعرات، شام کو مولانا عبدالسلام صاحب، مولانا طارق محمود صاحب، اور جناب بھائی عبدالوحید صاحب (مالک، پنڈی پرنٹر) نشرواشاعت وطباعت کتب کے حوالے سے لاہور تشریف لے گئے، ہفتہ کی صبح واپسی ہوئی
- ......۱۴/جمادی الاخریٰ ہفتہ جناب حکیم فیضان صاحب زید مجدہٗ کے ہاں تعمیراتی کام شروع ہوا، اس سلسلہ میں آئندہ بعض ایام میں ان کی گھر پر ہی مشغولیت رہی۔
- ......۲۳/جمادی الاخریٰ، سوموار، حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اور آپ کے ہمراہ ادارہ کے اساتذہ و اراکین تفریح کی غرض سے مارگلہ کے پہاڑی سلسلہ (پیر سوہاوہ وغیرہ) میں تشریف لے گئے، دوپہر سے مغرب تک یہ تفریحی مرحلہ سر ہوا۔
- ...... ۲۶/جمادی الاخریٰ جمعرات، بعد ظہر قاری عبدالجبار و قاری شہباز صاحبان (تلامذہ ادارہ) کے نکاح ہوئے، مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ نے نکاح پڑھایا، بعد عشاء اس سلسلہ میں ان کی طرف سے کھانے کی ضیافت تھی، جس میں ادارہ کے کچھ حضرات شریک ہوئے۔
- ......ماہ جمادی الاخریٰ میں حضرت جی مدیر صاحب دامت برکاتہم کی زیادہ تر مشغولیت درج ذیل تین نئی کتابوں کی تصنیف وتحقیق کے سلسلہ میں رہی (۱) جانوروں کے حقوق وآداب (۲) جانوروں کے احکام (۳) نومولود کے فضائل واحکام مع اسلامی نام، یہ تینوں کتابیں تکمیل کے قریب ہیں، انشاءاللہ بہت جلد طباعت کے مراحل سے گزر کر منظر عام پر آجائیں گی۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

۞ **21 مئی 2010ء بمطابق ۶ جمادی الثانیہ 1431ھ**: پاکستان: جے یو آئی، فاٹا کے امیر مولانا معراج الدین قریشی قتل ۞ **22 مئی**: پاکستان: توہین خاکوں کیخلاف ملک بھر میں مظاہرے، امریکا سے احتجاج کیا جائے ۞ **23 مئی**: پاکستان: 18 ویں ترمیم، این آر او کیسز کی سماعت آج ہوگی ۞ **24 مئی**: پاکستان: بھارت میں مسافر طیارہ رن وے سے پھسل کر تباہ، 159 افراد ہلاک ۞ **25 مئی**: پاکستان: 18 ویں ترمیم این آر او کیسز حکومت کے جواب داخل نہ کرنے پر سپریم کورٹ برہم، ۞ پاکستان کے غیر ملکی قرضے 59 ارب ڈالر، ہر پاکستانی 30 ہزار روپے کا مقروض ۞ **26 مئی**: پاکستان: این آر او عملدرآمد کیس، جامع جواب کیلئے حکومت کو 2 ہفتے کی مہلت ۞ ہنزہ جھیل پانی کی سطح میں کمی، اخراج میں تاخیر کا امکان ۞ **27 مئی**: پاکستان: پیپلز پارٹی پنجاب نے رانا آفتاب نے استعفے کی تردید کردی ۞ **28 مئی**: پاکستان: پنجاب بینک سکینڈل، سپریم کورٹ نے تفتیش طارق کھوسہ کے سپرد کردی ۞ **29 مئی**: پاکستان: لاہور، قادیانی عبادت گاہوں پر مسلح افراد کا قبضہ، کئی گھنٹے لڑائی، 80 ہلاک ۞ **30 مئی**: پاکستان: بجلی کی قیمت میں 20 پیسے اضافہ ۞ **31 مئی**: پاکستان: صدر زرداری کے ساتھی ممتاز صنعتکار ریاض لال جی اغواء، ۞ 1604 افراد کے پاس ایک سے زائد مشین ریڈ ایبل پاسپورٹ ۞ **1 جون**: پاکستان: لاہور: مسلح افراد کا جناح ہسپتال پر حملہ، 12 جاں بحق ۞ **2 جون**: پاکستان: آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی شرائط پر بجلی کی قیمت میں اضافہ ضرور ہوگا، مشیر خزانہ ۞ **3 جون**: پاکستان: بحیرہ عرب میں طوفان، کراچی سمیت ساحلی علاقوں کو خطرہ ۞ **4 جون**: پاکستان: صدر گریجویٹ نہیں پھر بھی ججوں کا تقرر کرتے ہیں، سپریم کورٹ ۞ **5 جون**: پاکستان: پنجاب خیبر پختونخواہ طوفان بادوباراں سے 30 افراد جاں بحق ۞ **6 جون**: پاکستان: 685 ارب خسارے کا، 32 کھرب 59 ارب کا بجٹ پیش، تنخواہوں میں 50 فیصد ایڈہاک پنشن میں 15 سے 20 فیصد اضافہ، گھی سستا گیس مہنگی، دفاعی بجٹ میں 100 ارب روپے اضافہ، فی سگریٹ ایک روپیہ مہنگا، 29 اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی میں کمی، ویٹ کا نفاذ یکم اکتوبر تک مؤخر، جی ایس ٹی میں ایک فیصد اضافہ، 70 ارب روپے کے نئے ٹیکس، یوٹیلیٹی اسٹورز پر گھی آٹا دالوں پر سبسڈی ختم ۞ **7 جون**: پاکستان: سمندری طوفان ساحلی علاقوں سے ٹکرا گیا، بارشیں بھی جاری، 10 جاں بحق، سینکڑوں مکان زمین بوس ۞ **8 جون**: پاکستان: سوئس کیسز کو نہیں کھولا جا سکتا، سپریم کورٹ نے اختیارات سے تجاوز کیا، حکومت ۞ **9 جون**: پاکستان: اسلام آباد نیٹو سپلائی قافلے پر حملہ 15 کنٹینر جل کر تباہ ۞ **10 جون**: پاکستان: پارلیمنٹ کا بجٹ اجلاس، عوام کو 7 کروڑ میں پڑے گا، ایک رپورٹ ۞ **11 جون**: پاکستان:

کراچی پاک بحریہ کی عمارت کے قریب بم دھماکا، اہلکار جاں بحق،3افراد زخمی ﷺ **12 جون**: پاکستان: فضائیہ لڑاکا طیاروں پر نائٹ وژن آلات نصب کردیے ﷺ **13 جون**: پاکستان: چیئرمین نیب نے حکومتی ہدایت پر عہدہ چھوڑ دیا ﷺ **14 جون**: پاکستان: بدترین نسلی فسادات، کرغزستان میں سینکڑوں پاکستانی محصور حکومت بے بس ﷺ **15 جون**: پاکستان: پنجاب 538ارب روپے کا بجٹ پیش، تنخواہوں میں 50پنشن میں 20فیصد اضافہ، وزراء کی تنخواہوں میں 25فیصد کمی ﷺ کرغزستان محصور پاکستانی بازیاب وطن واپس لانے کیلئے طیارہ پہنچ گیا، ایک طالبہ قتل ﷺ **16 جون**: پاکستان: کرغزستان سے 269پاکستانی وطن پہنچ گئے، فسادات میں ہزارروں ہلاکتوں کا خدشہ ﷺ **17 جون**: پاکستان: پاک فغان سرحد پر 50اہلکار لاپتہ ﷺ **18 جون**: پاکستان: ایوان بالا، کالا باغ ڈیم کے معاملے پر ہنگامہ، قومی اسمبلی میں بھی بازگشت ﷺ **19 جون**: پاکستان: قرض معاف کرانیوالوں کی فہرست طلب، بااثر لوگوں کو کوئی پوچھنے والا نہیں، چیف جسٹس ﷺ **20 جون**: پاکستان: کراچی سٹی کورٹ پر جنداللہ کا حملہ، 4 گرفتار ساتھی چھڑا لئے، ایک پولیس اہلکار اور ایک حملہ آور جاں بحق۔

جانوروں کے حقوق وآداب

جانوروں کے ساتھ برتاؤ کرنے اوران کو کھلانے پلانے، خدمت کرنے اوران کو پالنے اور رکھنے اوران کو قتل اور ذبح اور شکار کرنے کے فطرت کے مطابق احکام وآداب اور جانوروں کے حقوق کی تفصیل، اور بے زبان مخلوق کے متعلق اسلام کی معجزانہ وحیرت انگیز تعلیمات وہدایات

مصنّف: مفتی محمد رضوان

نَومولُود کے فضائل واحکام مع اسلامی نام (زیرِطبع)

لڑکے اورلڑکی کی ولادت وکفالت اور پرورش کے تربیت کے فضائل واحکام

نومولود کے کان میں اذان، تحنیک، نام تجویز کرنے، عقیقہ اورختنہ وغیرہ کے احکام اور متعلقہ فضائل اورنام تجویز کرنے سے متعلق اسلامی ہدایات واحکامات اسلامی ناموں کی فہرست

تصنیف: مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ادارہ غفران، گلی نمبر 17، چاہ سلطان، راولپنڈی

فون: 051-5507270